"ان اولیاء اللّٰہ لایموتون بل ینتقلون من الدارالی الدار"

''ترجمہ: بے شک اللہ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں''

الصّحیفۃالانوارفی الحَقیقۃ الابرار

المعروف بہ

صحیفۂ نُور

مع

رسالۂ رشدوہدایت

﴿ تصنیفِ لطیف ﴾

سرکارقطب الاقطاب حضرت سیدنورمحمدشاہ قادری رضی اللہ عنہ

پیشکش

پیرطریقت حضرت سیدشاہداطاف شاہ قادری

موبائل:09448467215

website: www.noor-e-sufiislam.com

Published By

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neelkanth,Qaziwara,Daryaganj,New Delhi-2

Tel: 011-43259013, Cell: 08459026205

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب : الصحیفۃ الانوار فی الحقیقۃ الابرار المعروف بہ

صحیفۂ نور مع رسالۂ رشد وہدایت

تصنیف لطیف : سرکار قطب الاقطاب حضرت سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ

مرتب : شہزادہ قطب الاقطاب فرزند اکبر سید محمد نور احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

اردو زبان وانداز بیان : خلیفہ دوم حضرت سید محی الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

شہزادۂ قطب الاقطاب حضرت سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ

انداز بیان وزبان جدید : سید فیض ارشد قادری

پروف ریڈنگ : عبید الرحمن صدیقی

اشاعت : 2016

تعداد : 1100

صفحات : 192 (۲۱ر فارم)

قیمت :

زیر اہتمام : الہدی پبلی کیشنز: 2982، قاضی واڑہ، دریا گنج، نئی دہلی

پیش کش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادۂ نشین آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

Published By

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2

Phone - 011 43259013, Mobile: 08459026205

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
حرف آغاز	5	غفلت کیا ہے؟	33
وصیت	6	سوچ عمل اور علم	35
مختصر تعارف	8	منفی سوچ کے نقصانات	36
خطبہ	11	انسان کی حقیقت	38
باب اوّل	13	دماغ سوچ کے اقسام	40
سلوک الی اللہ	13	سوچ اور کلام کے اثرات	40
انسان نما انسان اور انسانیت	14	**باب دوم**	44
اصول کیا ہیں؟	16	قدرت یا فطرت کے اصول	44
غذا	19	کامیاب زندگی کا راز	47
خالص سوچ	19	علم شریعت ومعرفت کیا ہے؟	48
حسن سلوک	22	پانچ ارکان کی شرعی حقیقت	50
غم کیا ہیں؟	25	ذکر وفکر	53
لذت خوشی اور اطمینان	27	فکر کیا ہے؟	56
انسان کو مطمئن ہونا چاہیے	28	فکر مجاز کیا ہے؟	59
انسانی سوچ کیا ہے؟	29	فکر حقیقی کیا ہے؟	62
مصیبتیں اور بلائیں کیوں آتی ہیں	29	صحت امراض اور شفاء	65
مسائل کو مسائل سمجھنا ہی ایک بڑا مسئلہ	31	جسم اور روح کی صحت کا راز	71
بیداری وصل اور سرور	32	روحانی امراض کا علاج	73

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
مراقبات کیا ہیں اور کس طرح کریں؟	76	علم و ہنر	104
باب سوم	81	اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو	106
جنگ اور صلح	81	رسالۂ رشد و ہدایت	109
رحمٰن کے دو انگلیوں کی حقیقت	82	حسن سلوک	152
عناصر کے مزاج	83	جذبۂ احسان	154
جمع ضدین محال ہے	84	اطمینان	156
یہ بے رنگی کیا ہے	85	جذبۂ عفو	157
جسم کی حقیقت	87	دوستی	158
جنت کے طلب گار	89	حسن	159
روح کی معرفت کب ہوتی ہے	92	وعدہ	159
نفس کیا ہے؟	96	سوال اور مال	160
بے جہت سورج کا مقام	98	بھلائی	162
عقل ظاہر	98	متفرق اَقوال	163
کمالِ جان	100	کرامات قطب الاقطاب۔۔۔۔	182
شان نبوت	102	زیور طباعت سے آراستہ شدہ تصانیف	192
ہستی اور نیستی کیا ہے؟	104		

حرف آغاز

کتاب صحیفۂ نور قطب الاقطاب حضرت سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے تقریباً چار سو سالہ قدیم اردو زبان کے اندازکو ڈھائی سو سال قبل سرکار کے پوتے سید غوث محی الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کی اردو زبان میں اس کو آسان بنا کر رکھ چھوڑا تھا اور یہ کتاب حالات کے پیش نظر انتہائی کرم خوردہ اور بوسیدہ ہو چکی تھی اس لئے جس قدر واضح مضامین میسر آئے ان کو حضرت سیّد غوث محی الدین شاہ قادری کے پوتے اور مجھ فقیر کے چھوٹے بھائی سید فیض ارشد القادری نائب سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ نوریہ جنگلی پیٹھ پرانی ہبلی کرناٹک نے عصرِ حاضر کی سلیس زبان میں پیش کیا ہے اور اِسی کتاب میں قطب الاقطاب حضرت سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا مجموعہ رسالۂ رشد و ہدایت کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کے مؤلف حضرت قطب الاقطاب کے فرزند اکبر سرکار محمد نور احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ رہے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتابِ ہٰذا کے مطالعہ کے بعد ہم فقراء کو دعائے خیر میں ضرور یاد رکھیں۔

الفقیر سید شاہ شاہد الطاف القادری

سجادہ نشین آستانہءعالیہ قادریہ نوریہ قانقاہِ قادریہ

نوریہ سقافیہ جنگلی پیٹھ پرانی ہبلی کرناٹک۔ الہند

Mobile : 9448467215

www.noor-e-sufiislam.com

وصیت

قطب الاقطاب حضرت سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کشف اللّٰہ علیک اسرار القلوب

برخوردار واقف اسرار سید محمد نور احمد مقبول الہ عرف نور پاشاہ عفی عنہ

اے نور دیدۂ ہر کار خیر کہ مشغول باشی و بہر حالے کہ بہ گذرانے باید کہ در ہمہ احوال نظرِ بدل داشتہ باشی و در ہمہ جا و در ہمہ کار دیدابان دل شوی و چنداں سعی دل بکار بری معی پاس انفاس تا اِسم اعظم بردل تو نقش گیر دو دوران نقش صورتِ جان برتو مکشوف آید و چوں نقش اللہ بردل فروغ بخشد مظاہر جمیع اشیاء برتو مشہود آید۔ ذات کائنات کہ ہمہ مظہر انوار محمدی جلوہ گر شود۔

بیــت : نقش اللہ در ہمہ اشغال صورت دل و بہ دیدۂ بہ بند دیدہ بادل بدید بانی۔ وہ نظریات درعروج دار بلندا ے جگر گوشۂ من ہستی مطلق کہ ذات حق است در علم ذاتی روشن بذات خود است ازاں روشنی کہ خود دریافت خورشید انا بتافت و ہستی حق حقیقت اللہ است۔ و علم ذاتی حقیقت علی ولی اللہ است ، و انیت ذاتی حقیقت محمد رسول اللہ است۔ و بآن انیت از علم ذاتی صفات و ظہور صفات روشن کردید، با مراتب خود را دانست و ازاں دانش عالم ہم داشتہ شود۔

انا من نور اللّٰہ و کلّ شیءٍ خلائق من نوری فرمود اشارہ ازاں نور است کہ در علم ذاتی کہ خود را وشن یافت خوری کہ در خود جمیع انانیتان موجودات روشن شود وآن انا میگوید کہ انا من نور اللّٰہ و کل شیءٍ مِّنۡ نُّورِیۡ۔

الولایت افضل من النّبوۃ، اشارہ است بآں علم ذاتیست ،انا مدینۃ العلم و علی بابھا ۔اے برخوردار طالب حق را کسب حاصل شدن و مراد حاصل شدن فقیر نور محمد شاہ قادری،عرض نماید اول قبض حواس و ہوش، بر پاس انفاس و شاہد بر بینا محو درانا و خود را در ہستیش فنا کردہ ہست نما شدہ۔عمل خود و شعور نسبتی را بالکل فراموش کند،بجز ارشاد مرشد فراموشی دست ندہد،انشاء اللہ بروقت موقوف آن برخوردار بوقت مرید شدن از قبلہ گاہ خود حضرت پیر سید شیخ یوسف بن عبدالقادر شاہ قادری فقیر حاضر بودا،از برکت آں دست مبارک سید آں نور الابصار، معمور الانوار کردید۔

الحمدللہ! بعض بزرگان ارشد صوری از فیض الٰہی راہ معنوی اند، بخدا رسیدہ اند، ولیٔ کامل شدہ اند حق سبحانہ تعالیٰ دائمہ در بحر وحدت مستغرق دارد۔۔۔ بحق رسول و آلہ۔

الفقیر

پیر نور محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

مختصر تعارف

سید یعقوب حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اکابیرین مشائخین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کے مرشد کامل نے آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ کا ایک لڑکا ہوگا جو مادرزاد قلندر صفت ولیٔ کامل ہوگا جو صغر سنّی ہی میں ایک مدت کے لئے آپ سے بچھڑ کر حضرت شیر خدا مولا علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کا خادم ہوگا اور وہیں سے روحانی فیوض و برکات حاصل کر کے واپس ہندوستان آئے گا اور اس کا نام سید محمد عرف محمد تقی ہوگا۔ ہوا بھی یہی کہ محض چھ سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد کی خانقاہ سے اچانک ایک عرصۂ دراز تک غائب ہوگئے اور آپ کے والد ماجد مغموم ہوکر مشیت الٰہی کے تحت خاموش رہ گئے۔ اچانک سید محمد ۲۸ رسال کی عمر میں وارد گجرات ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں اس وقت کے ایک نامور کامل و اکمل بزرگ سید عماد الدین کی بیٹی سے عقد کیا۔ ایک مختصر عرصہ کے بعد آپ کے ایک لڑکا انتہائی حسین وجمیل تولد ہوا جس کا نام حضرت سید نور محمد رکھا گیا۔ آپ پر اکثر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ سیلانی جذبہ بھی طبیعت میں موجود تھا آپ نے مع خاندان بیجاپور کی طرف رخت سفر باندھا اور عادل شاہی حکومت میں آپ کی بڑی پذیرائی ہوئی، شاہی سہولیات آپ کو فراہم کی گئیں۔ چند سال بیجاپور میں رہے اچانک بیوی کا انتقال ہوگیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾)''البقرہ ۲:۱۵۶'' آپ کی لڑکیاں سادات خاندانوں میں ہی بیاہی گئیں اور حضرت نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ کر پھر حرمین شریفین کا قصد کیا اور راتوں رات غائب ہوگئے۔

قطب الاقطاب نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ کی فطرت میں ازلی ولایت پہلے ہی سے پوشیدہ تھی، باپ کی سرپرستی میں تمام علمی وعملی منازل سلوک طئے کر چکے تھے پھر آپ چالیس سال کی عمر میں حضرت یوسف بن عبدالقادری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت وارادت کی نعمت حاصل کی اور اسی سال چشتی تبرک حاصل کرنے کا اشتیاق ہوا اور سید خواجہ میراں جی شمس العشاق رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واسطہ حاصل کیا۔ دوسرے سال آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ عادل شاہی درخواست بھی تھی کہ آپ زیارتیں کرآئیں۔

الغرض: آپ مکہ معظّمہ میں فریضۂ حج سے فارغ ہوکر جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کے والد ماجد سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، چند دنوں کے بعد وہ بھی خالق حقیقی کی طرف روانہ ہوگئے۔ بہرکیف آپ ہی نے اپنے والد ماجد کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ سے ہندوستان کی طرف لوٹ آئے یہ آپ کا پہلا مقدس سفر تھا۔

عادل شاہی حکمراں آپ کی حد درجہ عزت وتوقیر کرتے تھے کیونکہ آپ جید عالم دین تھے جن کو فقہاء کرام شمس الفقہاء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آثار محل بیجاپور میں ایک عظیم الشان خانقاہ تھی، جہاں دن رات قال اللہ وقال الرسول کی صدا گونجا کرتی تھیں، ظاہری وباطنی علوم میں آپ کو دسترس حاصل تھی اور علماء وفقہاء اکرام کا تانتا ہردم لگا رہتا تھا۔ دوسری طرف خانقاہی نظام کے بقاء کے لئے آپ کا طرز، طرز تکلم، حسن سلوک بیش قیمتی اثاثہ ثابت ہوا آپ کے اثرات سے اس وقت کی تمام خانقاہوں سے قال اللہ وقال رسول اللہ کی صدائیں گونجنے لگی۔ آپ خدمت خلق کو ہی تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ تسلیم کرتے تھے آپ کامل طبیب یعنی ثانی لقمان تصور کئے جاتے تھے مسلم غیر مسلم تمام حضرات میں یکساں مقبول تھے۔ قادریت کی فوقیت کے ساتھ آپ سلسلۂ چشتیہ کے اصول سے حد درجہ متاثر تھے، چشتی سلسلے کی تعلیمات بھی

آپ کے لئے تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئیں۔فن تعمیر میں آپ ایک بہترین ڈیزائننگ اور سول انجینئر تھے بیجاپور کے اطراف واکناف میں یا عہد عادل شاہی میں تعمیر کی جانے والی کئی مساجد کے نقشے آپ ہی کے تجر علمی کا نتیجہ تھے۔آپ انتہائی شفیق و خلیق شاعر بھی تھے اس وقت کی اُردو زبان میں کئی اشعار آپ کے قلم کے مرہونِ منت رہے ہیں۔

فارسی میں آپ کو کمال حاصل تھا اور آپ نظریۂ وحدت الوجود کے سخت حامی بلکہ علمبردار کی طرح دکن ہندوستان میں مقبول تھے علم تصوف پر آسان ترین کئی تصنیفات آپ نے رقم فرمائیں مگر افسوس ہجرت کے بعد جب آپ شہر ہبلی میں قیام پذیر ہوئے تو صدیوں بعد آپ کی اولادوں نے کتابوں کا بوسیدہ کرم خوردہ حال دیکھ کر بہت سے محفوظات کو جامع مسجد پرانی ہبلی کے بغل میں دفنا دیا۔

المختصر! جب تک آپ شہر بیجاپور میں رہے آپ کا شہرہ رہا آپ واحد ایک ایسے قادری صوفی ہیں جن سے صوفیت کو بہت فروغ حاصل ہوا آپ باکرامت شخصیت کے مالک تھے کہ آپ کے سامنے بڑے بڑے لوگوں کی زُبانیں خاموش رہ جاتی تھیں اور کہنے سے پہلے دل کی بات بتا دیا کرتے تھے سائل کے سوال کرنے سے پہلے سائل کو جواب عطا کیا جاتا تھا۔

الفقیر

سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قطب الاقطاب سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ

قانقاہِ قادریہ نوریہ سقافیہ جنگلی پیٹھ ہبلی کرناٹک الہند

خطبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ الۡکَرِیۡمِ الۡاَمِین وَعَلٰیٰ آلِہٖ الطَّاھِرِیۡنَ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡن

امابعد! کلّ فوق ذی علم علیم یعنی ہر علم والے کے اُوپر ایک علم والا ہے نصِ قرآنی سے منصوص یہ کُلّیہ نا قابل تغیر ہے، امتدادِ زمانہ اور علوم جدیدہ کا ارتقاء اس فرمان ایزدی میں تبدیلی نہیں لاسکتا اور اس کے بالعکس قائم کردہ تصورات از خود دم توڑ دیتے ہیں۔

صرف اور صرف ایک اقدس واعلیٰ ذات ایسی ہے جس کے اوپر کوئی علم والا نہیں اور وہ ذات سرّہ و مقدس خالق کائنات معبود برحق اللہ جل شانہ ہے اور یہی اس کی شان معبودیت ہے کہ وہ تمام تر رفعتوں سے بلند تر ہے اور ہر بلندی اُس کے حضور میں پست ہے۔

اُس ذات اقدس واعلیٰ اور علیم وخبیر کے بعد سب سے زیادہ علیم وخبیر، سب سے زیادہ جاننے والے، سب سے زیادہ علوم پر احاطہ کرنے والے معلم و مقصود کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

”وہ شہریار مملکت رسالت جنہیں **علّمه البیان** کا تاج پہنایا گیا“

’’وہ تاجدارِ سلطنتِ علوم جنہیں **وعلمک مالم تکن تعلم** کے خلعت سے سرفراز کیا گیا۔

وہ صاحب قرآن و وحی اور قرآنِ ناطق جن کے علوم کے بیکراں سمندر سے قرآن مجید کے علوم ایک قطرہ ہیں، باوجود یہ کہ قرآن خود میں **تفصیل کُلّ شیءٍ** کا مدعی ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ اور **اَوّلُ ماخلق اللّٰہ القَلَم** کی وہ حقیقت صادقہ جسے **ماکان ومایکون** کو تحریر کرنے کا حکم ہوا تھا۔

وہ عالم **ماکان ومایکون** جن کے نورِ علوم کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام **اسماء کلّھا** کے عالم قرار پائے۔

وہ کلمات الٰہیہ کے جامع جن کا ارشاد ہے کہ میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں وہ مدینۃ العلم کہ لوح وقلم کا علم جن کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وہ مبداء ومرکز علوم اپنی دعائے نیم شب میں سب سے بڑے علیم وعالم کے حضور عرض کرتے ہیں رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا!

☆☆☆

باب اوّل

سلوک الی اللہ:

سالک کے لئے راہ سلوک میں قدم رکھنے سے پہلے اس راہ کے آداب علم واخلاق اور اُصول سے واقف ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ہمارے اسلاف صوفیانِ اکرام اپنی اپنی قانقاہوں میں اپنے اپنے سلاسل کے متعین کردہ اصولوں کے تحت سالکین یا مریدوں کی تربیت کرکے انہیں پختہ یقین اور علم پر مکمل عمل کرنے کے قابل بنادیتے تھے، تب کہیں جاکر بندہ خدا تک رسائی حاصل کرلیتا تھا، نظام کائنات یا نظام قدرت میں اگر ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں بہت کچھ علم حاصل ہوتا ہے اس بات کو انسان مانتا تو ہے مگر جاننے کے اصول اسکے پاس نہیں ہوتے بالکل اسی طرح انسان بھی اس نظام کائنات کا ایک اہم حصہ ہے مگر بہت سے لوگ نظام حیات کو ماننے کے باوجود جاننے اور پہچاننے کی فکر سے یا سوچ سمجھ سے عاری ہیں۔ لہٰذا انسان کو حق تک پہنچنے کے لئے فطرت کے اُصولوں کو ماننا جاننا اور پہچاننا ناگزیر ہوجاتا ہے۔

ایک فقیہہ کے لئے سب سے پہلے اُصول فقہ کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے اس طرح ایک سالک کے لئے بھی اُصول تصوف سمجھنا ضروری ہوتا ہے اور علم تصوف کا دارومدار علم عمل سوچ سمجھ غور وفکر کے اُصولوں پر منحصر ہے، ان اُصولوں پر عمل کئے بغیر نہ ایک عام انسان اپنی زندگی میں کامیاب ہوسکتا ہے نہ کوئی سالک اپنی منزلِ

مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ ربّ العزت نے قرآن پاک میں متعدد جگہ عام لوگوں کے تعلق سے فرمایا ہے۔ اے محبوب ﷺ! یہ لوگ انسان نہیں بلکہ جانور اور جانور سے بدتر ہیں کیونکہ یہ سوچ سمجھ نہیں رکھتے یا شعور نہیں رکھتے اسی طرح متعدد مقامات پر فرماتا ہے کہ آخر تم شعور کیوں نہیں رکھتے؟ نیز فرماتا ہے ہم تمہیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ تم غور وفکر کرسکو وغیرہ وغیرہ۔

اے اللہ کے بندو! ان مذکورہ کئی احکامات میں اللہ نے غور وفکر یا سوچنے سمجھنے کی دعوت دی ہے تاکہ انسان اور انسانیت کامیاب ہوجائے اگر ہم بغیر سوچے سمجھے کسی بھی کام کو کرتے ہیں تو انجام بہت حد تک غلط آنے کے امکان ہوتے ہیں، کل موجودات یعنی تمام قدرت کا زرّہ زرّہ اپنے اُصولوں پر کاربند ہے اور نظام کائنات برقرار ہے۔ اگر انسان قدرت کے اصولوں میں یا قدرت کے اعمال میں مداخلت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو نظام کائنات کے نقصان سے انسان اور انسانیت خود خطرے میں آجاتی ہے، قدرت یا فطرت کے اُصولوں سے چھیڑ چھاڑ کا انجام بھیانک نکل سکتا ہے گویا کہ انسان نے اس فطرت کے چھیڑ چھاڑ کا نام ترقی پسند علم ہی کیوں نہ دیا ہو انجام اور خطرہ تو ظاہر ہے۔

انسان نما انسان اور انسانیت:

اے انسان کیا کبھی تو نے سوچا ہے کہ تو اگر انسان ہے تو تیرے انسان ہونے کا ثبوت کیا یہ تیرا عارضی وجود ہے؟ یا اس کے آگے بھی کچھ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''خیر النّاس من یّنفع النّاس'' یعنی بہترین شخص وہ ہے جس

سے لوگوں کو نفع پہنچے، یہ نفع یا نقصان انسان سے انسان تک کس طرح پہنچتا ہے؟ علم سے پہنچتا ہے، علم کے نفع یا نقصان میں تبدیل ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ انسان کی عقل سمجھ یا شعور ہے اگر انسان صرف علم وعمل رکھتا ہے اور اس کے استعمال سے نفع ہورہا ہے یا نقصان، اس کا فیصلہ اس کی سمجھ کرتی ہے، سمجھ یا عقل بھی منفی اور مثبت اثرات رکھتی ہے انہیں دو اثرات میں انسان اُلجھا ہوا ہے، ان میں منفی اور مثبت اثرات کہاں پیدا ہوتے ہیں قوتوں کے مقام یعنی جبروت میں پیدا ہوتے ہیں تو کیا جبروت تضاد کا مجموعہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہماری سمجھ نفع اور نقصان کے پیمانے طئے کرتی ہے، سمجھ کو صحیح یا غلط کون طئے کرتے ہیں؟ ہمارے اُصول طئے کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جاننے ماننے اور پہچاننے میں ہماری عقل کے اصول اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر ہمارے اُصول غلط ہیں تو ہماری سوچ اور عقل غلط ہوجاتی ہے اگر عقل یا سمجھ غلط ہوجاتی ہے انسان میں نفع اور نقصان کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے اور انسان کے جینے کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔

اللہ نے ''کُن'' (یعنی ہوجا) فرمایا ہر چیز ہوگئی یعنی تخلیق پاگئی اس ایک لفظ کن میں جبروتی، ملکوتی، ناسوتی قوتیں قدرت کے کارخانے کو چلانے کا سبب بن گئیں۔ نظام قدرت کی ہر چیز میں ایک فطرت علم اور عمل ہے اور ہر چیز ایک عمل اور ردّعمل کا جذبہ لئے ہوئے ہے اور اس جذبہ کو اُصول کہتے ہیں۔ مثلاً آگ کا علم عمل اور فطرت صرف جلانا ہے یہ جلانا دراصل کیا ہے علم عمل اور فطرت کا مجموعہ ہے اسی کا نام اصول ہے۔ آگ بھی منفی اور مثبت اثرات رکھتی ہے اگر انسان اس آگ کے استعمال کے اصول سے ناآشنا ہے تو نقصان اُٹھائے گا اگر آشنا ہے تو

آگ سے بھی نفع اُٹھائے گا تو معلوم ہوا کہ انسان میں عالم بالقویٰ یعنی قوتوں کا ایک عالم ہے جسے جبروت کہتے ہیں، اسی قوت سے انسان عقل علم عمل سب کچھ حاصل کر لیتا ہے مگر انسان کا حاصل کردہ یا حاصل شدہ سرمایہ منفی یا مثبت ہے اس کا نتیجہ انسان کے اُصولوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی میں اصولوں کی بہت اہمیت ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ انسان کے اصول ہی اس کو زندگی کے علوم آداب و اخلاق کے ساتھ مقصد حیات عطا کرتے ہیں۔

اُصول کیا ہیں؟

انسان دنیا کی ہر چیز میں سب سے زیادہ غم اور خوشی کو اہمیت دیتا ہے دنیا کی ہر چیز ہر کامیابی، ترقی، زوال، زندگی اور موت کا دارومدار اصولوں پر ہے، اگر انسان کے اصول غلط ہیں تو علم غلط ہو جاتا ہے اگر علم غلط ہوتا ہے تو عمل غلط ہو جاتا ہے اگر عمل غلط ہوتا ہے تو عقل غلط ہو جاتی ہے اگر عقل غلط ہوتی ہے تو اس عقل یا سمجھ کی سرزمین عالم بالقویٰ یعنی جبروتی قوت غلط ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان نجات پانا چاہتا ہے، کامیابی عروج ترقی اور حسین زندگی پانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے اصولوں کو ہر حال میں مثبت رکھے، اگر مثبت اصول ہیں تو علم وعمل اور جبروتی قوت مثبت ہو جاتی ہے اور وہ انسان صوفی سنت اور انسانیت نواز بنکر لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی میں علم عمل اور شعور یا سمجھ سے زیادہ اصول ہی کارفرما ہوتے ہیں، اگر انسان چاہے تو اپنے اصولوں کی پہچان

آسانی سے حاصل کر کے اپنا راستہ طرزِ عمل اور طرزِ حیات کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔ مثلاً تم ایک انسان ہو تمہیں سوچنا چاہئے کہ تم اس عالم کائنات کا ایک اہم حصہ ہو، تم نے اس عالم کائنات کو کیا دیا؟ کیا کوئی ایسا مثبت کام کر رہے ہو جس سے کسی دوسری چیز کو نقصان نہ پہنچے۔ آخر اس دنیا کی تعمیر میں تم نے کیا حصہ لیا، کیا کوئی ایسا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جس سے انسانی نسل عبرت حاصل کر سکے، کیا کوئی ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس سے عالم انسانیت کو نفع پہنچ سکے؟ کیا کوئی ایسا ثواب جاریہ کا کارنامہ انجام دیا ہے جس کو تاریخی طور پر یاد رکھا جائے یا ایسا کوئی قول زرّین ہی انسان کی عبرت کے لئے چھوڑا ہے؟ اگر نہیں تو تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تمہیں علم عمل قوت سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود تمہیں وہ اصولِ حقہ حاصل نہیں یا تم اصول حقہ سے محروم ہو جس سے انسانیت کی تعمیر ہوتی ہے اور یہی اصول سلوک الی اللہ کا پہلا زینہ بن جاتے ہیں۔

اب اُصول کے علاوہ زرا اپنے علم سے سوال کیجئے اور پوچھئے کہ اے علم کیا تو نے کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے عالم انسانیت کو نفع پہنچے؟ آنکھ بند کر کے سوچئے اگر جواب نفی میں آتا ہے تو مثبت اُصولوں کے ذریعہ علم عقل یا سمجھ کی اصلاح کر لیجئے۔ دوسرا سوال اپنی سوچ یا عقل سے پوچھئے کہ عالم انسانیت کو نفع پہنچانے کے لئے اس نے کیا فرض انجام دیا ہے۔ تیسرا سوال خدا کی عطا کردہ صلاحیت یا قوت سے پوچھئے کہ اس نے عالم انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے ایسا کوئی کارنامہ کیا ہے جس سے انسانی نسلیں مستفید ہو سکیں؟ اگر جواب نہیں میں آتا ہے تو سوچئے اور خود سے پوچھئے کہ کیا مجھے انسان کہلانے کا حق حاصل

ہے؟ اگر میں انسان ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے یہ راستہ خود متعین کرنے کی کوشش کیجئے۔ لہٰذا قرآن فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ (النحل ۱۶:۱۲۵)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ لوگوں کو) آپ اپنے رب کے راستے کی پیروی کرنے کے لئے حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے مذاکرات (ان کی عقلوں کے مطابق) نہایت اثر انداز طریقے سے کیجئے، بیشک آپ کا رب (ہر) گمراہ کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

مذکورہ بحث سے عبرت حاصل کرکے کامیابی حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تخلق بااخلاق اللّٰہ'' یعنی اپنے اندر اللہ کے صفات کو پیدا کرلو۔ اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ہم کو کیا کرنا ہوگا؟ اے اللہ کے بندو تمہیں سب سے پہلے یہ عہد اپنے آپ سے کرنا ہوگا کہ آج کے بعد آنکھ کھلتے ہی میں صرف اچھا دیکھوں گا اچھا کروں گا اور نیک گمان کروں گا اور مجھ سے متعلق کوئی حادثہ ہو کوئی افواہ ہو یا میرے تعلقات میں آنے والے انسان ہوں، تمام اُمور میں میں اللہ کے حکم کے مطابق مضبوطی سے عمل پیرا رہوں گا اور بزرگوں کے تین نکات پر عمل کروں گا (۱) خالص غذا (۲) خالص سوچ (۳) خالص سلوک اگر ہم اپنی زندگی میں ان

مذکورہ تین ہدایات پر عمل کرتے ہیں تو ایک سالک کے درجہ پر آجاتے ہیں۔

(۱) غذا:

کمائی محنت سے ہاتھ آتی ہے۔ لہٰذا انسان اپنی کمائی ہوئی محنت کی حلال غذا پر توجہ دیتا ہے تو غذا اُس بندے میں اعتدال پیدا کرتی ہے حرام کمائی کا یا حرام غذا کا ایک لقمہ بھی ہمارے شکم میں جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس بندے کی چالیس دن کی عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرسکتی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کے اقسام کئی ہیں اُن میں دو اقسام اللہ کو بہت پسند ہیں پہلی عبادت بدنی۔ دوسری عبادت مالی اور شریعت میں مالی عبادت کو بدنی عبادت سے افضل تسلیم کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ اگر ہم ایک بھی حرام کا لقمہ کھا کر ہزاروں نمازیں پڑھیں روزے، زکوٰۃ، حج ذکر اذکار وغیرہ کیوں نہ کریں وہ تمام کے تمام رد کر دیئے جائیں گے۔ اب دوسری عبادت چاہے لاکھوں روپئے صدقہ دیں خیرات دیں تبلیغ کریں جلسے جلوس کریں طعام وقیام کا انتظام کریں۔ یہ تمام حسنات کے مجموعے ایک حرام کے لقمہ کے باعث اللہ کی بارگاہ سے رد کر دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا غذا پر مکمل توجہ دیں، شریعت کی آڑ میں تاویل یا بہانوں کی مدد لیکر حرام کو حلال ٹھہرا لے کر کھانے کی کوشش نہ کریں۔

(۲) خالص سوچ:

یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے جس کو عام پڑھا لکھا آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ آیئے ہم

اس نکتہ پر روشنی ڈالتے ہیں، دراصل یہ سوچ انسانی عقل کی فوج ہے اور عقل دماغ میں پیدا ہوتی ہے یہ سوچ کی فوج ہماری عقل میں خود بخود نہیں پیدا ہوتی بلکہ یہ سوچ اس ناسوتی دنیا سے ہمارے دماغ میں داخل ہوتی ہے یعنی دیکھنے، کرنے پانے، کھونے، کمانے کھانے گھومنے گھمانے، سیکھنے سکھانے، معاشرتی زندگی، اچھائیاں برائیاں، یہ ایسے کیوں وہ ایسے کیوں نہیں، یہ دوست ہے یہ دشمن ہے، دکھ درد، بیماری علاج اور اکثر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جیسے چاہے یا ان چاہے سوالات بنکر ہمارے دماغ میں داخل ہوجاتی ہیں۔ یہ سوچ کیا ہے یہ تمام ہمارے باہر کی باتیں ہیں جو ہمارے دماغ میں چلتی رہتی ہیں۔ ہر انسان کسی نہ کسی سے بات کرتا ہے، ایک مدرس دو چار گھنٹے تک شاگردوں کے ساتھ باتیں کرتا ہے، ایک بیوپاری اپنے گاہکوں کے ساتھ بات کرتا ہے، معاشرتی زندگی میں ایک دوست دوسرے دوست سے گپ شپ کرتا ہے آخر کب تک کرتا ہے؟ جب بھی بات کرنے کا موقع ملے بات کرتا ہے اور جب وہ تنہا ہوجاتا ہے تو خود سے بات کرتا ہے گھنٹوں خود سے بات کرتا ہے، یہ سوچ کیا ہے؟ بات ہے اگر وہ تنہا ہوتا ہے کچھ کام کررہا ہو یا نہ کررہا ہو تب بھی صرف خود سے بات کرتا ہے اور رات میں جب وہ سونے جاتا ہے جب تک پوری طرح نیند کا غلبہ طاری نہیں ہوجاتا وہ خود سے بات کرتا رہتا ہے اچانک ایک سوال آجاتا ہے تو اس کے ہزاروں جواب پیدا ہوجاتے ہیں ہمارا دماغ ملکوتی ہے عالم عقول ہے یہاں ہزاروں طرح کی عقلیں ہوتی ہیں، ایک عقل کہتی ہے فلاں دوست نے مجھ سے کچھ پیسے مانگے ہیں میں دوں یا نہ دوں ایک سوال آتا ہے دوسری عقل اس سے کہتی ہے، اس کا کیا بھروسہ

وعدے کے مطابق وہ واپس لوٹائے گا یا نہیں تیسری عقل کہتی ہے ارے یار کوئی بہانہ کر کے اس کے سوال کو ٹال دے، ایک اور عقل کہتی ہے اگر ایسا کرے گا تو تمہارے پرانے تعلقات ٹوٹ جائیں گے، ایک اور عقل کہتی ہے آج کے زمانے کے لوگوں کا کیا اعتبار ہے وہ دولت کے لئے کچھ بھی کر جاتے ہیں ایک اور عقل کہتی ہے آج کے دور میں رشتہ دار، بھائی بند ماں باپ جیسے رشتے ہی دولت کے لئے بے مروّت ہوجاتے ہیں یہ تو دوست ہے۔ لہٰذا ٹال دے۔ فوراً ایک دوسری سوچ آتی ہے کل مجھے کیا کرنا ہے، آج کیا ہوا، ماضی میں مجھ پر کیا گذری، میرا حال کیسا ہوگا مستقبل کیسا گذرے گا؟ وغیرہ وغیرہ پھر ایک سوچ آتی ہے ارے ہاں کل مجھے میرے دوست سے ملنا ہے، اسے خوش کرنے کے لئے کیا کیا کرنا پڑے گا، کہاں کہاں جانا ہوگا، کتنا خرچ کرنا ہوگا، لوگوں سے دور کہاں کہاں جانا ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ سب کچھ کیا ہے یہ سوچ نہیں میرے بھائی ایک انسان خود سے باتیں کرتا ہے خود سے سوال اور جواب کرتا ہے یہ سوچ بچارا سے کسی بھی جگہ نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ وہ کسی سے بات کرتا رہتا ہے تب بھی وہ خود سے باتیں کرتا رہتا ہے نماز کی حالت میں بھی خود سے باتیں کرتا رہتا ہے حج کرتے رہتا ہے تب بھی وہ خود سے ہم کلام رہتا ہے، مجموعی نکتہ یہ ہے کہ انسان دوسروں سے کم اور خود سے بہت زیادہ باتیں کرتا رہتا ہے، خود سے باتیں کرنے والے کو لوگ کیا کہتے ہیں؟ فرض کرو ایک آدمی سڑک پر جارہا ہے خود سے باتیں کرتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے جارہا ہے اسے یہ ہوش ہی نہیں رہتا کہ اس کو دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے؟ اور لوگ اسے اعلانیہ پاگل کہتے ہیں دیوانہ کہتے ہیں واقعی یہ ایک طرح کا پاگل پن ہے کہ وہ خود

سے باتیں کرتے ہوئے گلی کوچوں سے گزرتا ہے، ایک ایسا پاگل بھی ہوتا ہے جو بڑ بڑانے کی بجائے اکثر خاموش رہتا ہے لباس حلیئے وغیرہ کا خیال نہیں ہوتا۔ ایک بڑ بڑانے والا پاگل اور ایک خاموش پاگل دو قسم کے پاگل نظر آتے ہیں تیسری طرح کا پاگل وہ شخص ہوتا ہے جو ذرا سی تنہائی ملے تو خود سے باتیں کرتا ہے بلاوجہ ترکیبیں بناتا ہے رات رات بھر سوچتا ہے یعنی خود سے باتیں کرتا ہے تو کیا یہ پاگل پن نہیں، دیوانہ پن نہیں؟ ہاں یہ بھی دیوانہ پن ہے اس بیمار کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی یہ دن رات خود سے بات کرنے کا نقصان کیا ہوتا ہے کیسی کیسی بھیانک بیماریاں آتی ہیں۔ طبیب کہتے ہیں کہ یہ منفی سوچ کا اثر ہے ذیابطیش دوران خون اور دیگر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ پاگل انسان خود سے باتیں کرنے کے انجام سے غافل ہوتا ہے کیوں کہ وہ ہوش مند یا عقل مند نہیں بلکہ پاگل ہوتا ہے خود سے باتیں کرنے والا شخص ضدی مایوس غلط تدبیریں کرنے والا اور ناکام ہوتا ہے۔ آخر ایسے کڑوڑوں لوگ خود سے باتیں کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ دیوانگی کے مریض اور بے اُصول ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی زندگی میں اچھے اُصول نہیں ہوتے اگر ہوتے بھی ہیں تو غلط اصول کی آمیزش کے ساتھ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو مندرجہ ذیل عنوان بغور پڑھنا چاہئے۔

(۳) حسنِ سلوک:

حُسن سلوک کیا ہے اور کس طرح صادر ہوتے ہیں؟ حسن سلوک کی جان بہترین اُصول ہے، اُصول کی کتنی قسمیں ہیں؟ اُصول کی دو قسمیں ہیں ''خیرہ و

شــرّہ'' یعنی ایک اصول خیر ہے دوسرا اُصول شر ہے نیز قرآن فرماتا ہے: ''وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (الحج ۲۲:۴۱، پارہ ۱۷) یعنی اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو یعنی اچھائی کا حکم دو برائی سے روکو۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے انسان کے لئے دو اُصول پیش کئے ہیں۔ ایک خیر کا اصول دوسرا شر کا اصول انسانوں کی بہترین دانشمند یعنی عقلمند جماعت سے اللہ مطالبہ کرتا ہے کہ اچھائی اور نیکی کے اصول سکھا ؤ برائی اور گناہوں کے اُصول سے روکو، اب انسان کو سوچ سمجھ کر خود سے عہد کرنا چاہئے کہ میں کس اصول پر عمل کروں اگر وہ اچھائی کے اصول پر عمل کرنے کی قسم کھا لیتا ہے تو یقیناً برائی کے اُصولوں سے وہ سمجھوتہ نہیں کرسکتا، جو برائی کے اُصولوں پر چلنے کا عہد کر لیتا ہے وہ بمشکل اچھائی کا اصول اختیار کرے گا، اکثر انسان آج کل ایسے نظر آتے ہیں جن میں دونوں طرح کے اُصول پائے جاتے ہیں ایسے انسانوں کے تعلق سے اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے: ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲'' (الصف ۶۱:۲، پارہ ۲۸) وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو۔ نیز ارشاد فرماتا ہے کہ تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو یعنی خود کی پیش کردہ نصیحت پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے گمراہ بے اُصول بے شعور بے سمجھ جاہل اور منافق وغیرہ ناموں سے بھی یاد کیا ہے۔

یہ اُصول کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ اُصول علم سے پیدا ہوتے ہیں علم عقل سے پیدا ہوتا ہے، یہاں سمجھنے کا نکتہ یہ ہے کہ اصول کا معنیٰ دراصل علم ہے جو عمل سے پیدا ہوتا ہے اور علم عقل سے پیدا ہوتا ہے اس لئے اللہ نے فرمایا:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (العصر ۱۰۳:۳) معلوم ہوا کہ نیک عمل ہی کو اصول خیر کہتے ہیں، یا ''امر بالمعروف'' کہتے ہیں جو اس اُصول یا عمل سے محروم رہا یا پختہ عزم کے ساتھ زندگی نہیں گزارتا ایسا شخص ہرگز عقلمند نہیں بلکہ خود سے باتیں کرنے والا پاگل یا دیوانہ ہوتا ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ ہمارے باہر کی ہر چیز ہر حادثہ نفع ونقصان معاشرتی زندگی کے تمام رشتے ناطے اُمیدیں اور نا اُمیدیں ناسوتی حادثات ہیں جن میں گھر کر انسان اپنا بہت سارا قیمتی وقت خود سے بات کرنے کے جنون میں ضائع کر دیتا ہے اور یہ ناسوتی تمام اسباب انسان کے دماغ میں موجود عقلوں کی کائنات یعنی ملکوت میں ہیجان پیدا کر کے انسان کو صحیح راستے پر چلنے سے محروم کر دیتے ہیں اور انسان خود سے بات کرنے والا پاگل بن جاتا ہے، اس صورت سے رہائی کس طرح پائیں؟ انسان کو چاہیے کہ سلوک الی اللہ میں کسی کامل پیر کی رہبری اختیار کریں کیونکہ کامل پیر اس پاگل پن کا علاج جانتا ہے اور علاج کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ناسوت ملکوت کے زیر اثر ہوتا ہے ملکوت یعنی عقلوں کا عالم جبروت کے زیر اثر ہوتا ہے یعنی قوتوں کے عالم کے تابع ہوتا ہے، جبروت یعنی قوتوں کا عالم لاہوت کے تابع ہوتا ہے، مذکورہ ناسوتی اور ملکوتی بیماریوں کا علاج جبروت یعنی قوتوں کے عالم میں پوشیدہ ہوتا ہے، اگر پیر کامل ہے تو چھوٹے دماغ سے صلب میں پوشیدہ کسی قوت سے مدد لیکر دماغ میں چل رہے کاروبار کا کارخانہ بند کر دیتا ہے اگر آپ خود یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو پختہ عزم کے ساتھ اللہ کے حضور توبہ کریں یا استغفار پڑھیں اور آنکھ بند کر کے چھوٹے دماغ سے صلب پر توجہ دیں

وہاں جگنو کی مانند چمکتے ہوئے نازک نازک ستارے نظر آئیں گے یہی وہ جبروتی قوتیں ہیں ان میں سے کسی قوت کو حکم دیں کہ میرا اصول ''امر بالمعروف'' ہے یا میرا اصول اصول خیر ہے مجھے عالم عقول کی فضول عقلوں سے رہائی چاہیے خود سے بات کرنے والے پاگل پن سے رہائی چاہیے مجھے عقلوں کی نہیں جبروتی شعور کی ضرورت ہے کیونکہ عقل ملکوتی ہے شعور جبروتی ہے اور عقل شعور کی غلام ہے۔ لہٰذا اللہ کے حکم کے مطابق شعور کو حکم دیں کہ ملکوت میں چلنے والے عقلوں کے بے اُصول سوچ کے کارخانے کو بند کر دیا جائے اور مجھے عقل کی بجائے شعور کے تابع کیا جائے تو دو چار دنوں کے اندر آپ تبدیلی دیکھیں گے، شعور کو حکم دو کہ پہلے میں خود سے کلام کرنیوالا دیوانہ تھا۔ لہٰذا مجھے مکمل شعور کا احساس عطا کرے اور بار بار رنگ بدلنے والی عقلوں سے نجات دلا کر شعور کو نگرانی پر تعینات کیا جائے۔ مثلاً اگر آپ سونا چاہتے ہیں تو شعور کو حکم دو کہ میرے اندر جو عقلوں کی جنگ ہے اس کو سرد کر کے مجھے خود سے بات کرنے کی عادت سے رہا کرے اور پُرسکون نیند سونے میں مدد کرے پھر دیکھئے آپ اپنی حالت کو کس طرح بدلتی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔

غم کیا ہے؟

غم عقلوں کی رنگ بدلتی خصلتوں کا مرض ہے، بیماری ہے جو باہر سے آتی ہے اور دماغ میں گھس کر زندگی سے مایوس کر دیتی ہے ابھی ابھی جو انسان ہنستا کھیلتا تھا اُسے مایوس کر دیتی ہے یاد رکھیئے کہ تمہارے اندر غم نہیں صرف خوشی ہے

غم تمہارے باہر سے آتا ہے خوشی تمہارے باطن میں ہوتی ہے اگر تم خوشی کو اپنے باہر تلاش کرتے ہو تو غلط ہے کیونکہ خوشی منزل نہیں بلکہ تمہارے باطن میں ہی تمہارے قدموں کے نیچے کا راستہ ہے خوشی کو اگر کوئی منزل سمجھ کر اپنے باہر تلاش کرتا ہے تو وہ نادان ہے خود سے بات کرنے والا دیوانہ ہے خوشی سے بے خبر گنوار ہے کیونکہ خوشی تو تمہارے باطن میں خدائی تحفہ ہے جہاں سے تمہارا سفر خدا کی جانب خوشی خوشی شروع ہوتا ہے۔

لہٰذا اے دوستو! خود سے باتیں کرنا چھوڑ دو اور اپنے خدا سے بات کرنے کی کوشش کرو، خود کے فریب سے نکل کر خدا کی حقیقت میں داخل ہونے کی کوشش کرو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''من سکت سلم من سلم فنجا'' جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا آخر اس حدیث پاک میں کیا راز ہے، بس یہی راز ہے کہ خود سے باتیں کرنا ترک کر دو، خود کو سوالات اور جوابات کے جال میں اُلجھانا چھوڑ دو اور مقام سلامت یعنی جبروت کی قوتوں سے مدد لو تاکہ تم نجات پا سکو بعض لوگوں نے خاموشی کا مطلب غلط لیا ہے اگر ہم خاموش رہیں گے تو اُستاد شاگردوں کو کیا پڑھائے گا؟ اگر خاموشی کا مطلب غلط لیں گے تو ہم نماز میں کیا پڑھیں گے کیا سنیں گے کیا قرآن پڑھتے وقت، اچھی باتوں کا حکم دیتے وقت برائی سے روکتے وقت بھی خاموش رہیں؟ نہیں میرے بھائی یہاں خاموشی کا مطلب خود سے باتیں نہ کرو خود ہی سوال پیدا کر کے خود ہی خود کو جواب نہ دو یا خود سے باتیں کرنے کے جنون میں مبتلا نہ ہو جاؤ بلکہ سلامت رہنے والی جبروتی قوت سے مدد لے کر نجات کی فکر کرو۔

معلوم ہوا کہ اصول خیر یا ''امر بالمعروف'' پر عمل کرنے والے کو انسان اور مسلمان کہا گیا ہے، اصول شر یا ''نھی عن المنکر'' پر عمل کرنے والے کو شیطان اور کافر کہا گیا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ: ''العوام کالانام'' یعنی عوام جانور کی مانند ہوتی ہے؟ کونسی عوام وہ جو اصول شر رکھتی ہے، امر بالمعروف پر عمل نہیں کرتی بلکہ عداوت کرتی ہے وہ عوام جو حرام اور حلال میں تمیز نہیں کرتی اور خود سے باتیں کرنے والی خود سے سوال و جواب کرنے والی، سازشوں کے تانے بانے بننے والی عوام کو جانور کی مانند کہا گیا ہے۔ قرآن نے بھی ایسے لوگوں کو انسان نہیں بلکہ جانور سے بدتر کہا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے انسانیت کو نفع نہیں صرف نقصان پہنچتا ہے۔

لذّت خوشی اور اطمینان:

ہمارے باہر کی لذت عموماً یک دھوکہ ہے، کہیں ظلم ہے کہیں فریب ہے، مثلاً مصنوعی ترکیب سے انتہائی لذیذ پکوان بنالیا اور کھایا کھلانے والی کی تعریف ہوئی اور لذت خارج ہوئی۔ مثلاً شہوانی لذت کا انجام ناپاکی ظاہر ہوئی اسی طرح بہت ساری لذتوں کا انجام ناپاکی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اگر ہر کام میں لذت ملتی تو لوگوں کو نمازوں اور تلاوت میں کیا واقعی لذت نہیں ملتی؟ جس کا مطالبہ دین کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ مصنوعی لذت ایک فریب ہے۔

اسی طرح ہمارے باہر کی ہر خوشی بھی مصنوعی اور فریب ہے یعنی وقت کا خوشنما احساس ہے جو بہت جلد ناپید ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ ناسوتی یعنی ہمارے

باہر کی خوشی مصنوعی اور مٹ جانے والی ہے۔ رہا سوال اطمینان کا، یہ لفظ اطمینان پڑھنے اور سننے میں پُرکشش تو ہے مگر انجام سے عاری ہے مثلاً آپ بہت غریب ہیں آپ کو بہت پیسہ کمانا ہے اور موقع دستیاب ہوا آپ نے کافی پیسہ کما لیا تو کیا آپ مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں گے؟ نہیں کماؤ اور کماؤ کی خواہش میں مبتلا ہو کر رہ جائیں گے۔ پیسہ، شہرت اور دولت یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا آپ خود ختم ہو جاؤ گے مگر اطمینان جیتے جی کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اطمینان اپنے باہر کی کسی بھی چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ہمیں اس چیز کو اپنے باطن میں تلاش کرنا چاہئے کیونکہ اللہ نے اطمینان کی نسبت نفس سے جوڑ کر ارشاد فرمایا: ''يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾'' (الفجر ۸۹:۲۷-۲۸) اے نفس مطمئنہ لوٹ آ، اپنے رب کی جانب اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ معلوم ہوا کہ اطمینان ہمارے باہر کی چیز سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ باطنی مقام سے حاصل ہوتا ہے۔

انسان کو مطمئن ہونا چاہیے:

اعتدال کے لئے وسط کا ہونا ضروری ہے اس اعتدال کے لئے تین چیزیں مقرر کر لینا چاہیے مثلاً عقل علم اور سوچ! اب اعتدال علم کے ساتھ ہونا چاہیے اگر علم غیر معتدل ہے تو عقل اور سوچ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا علم کو راہِ اعتدال سے ہٹنے نہیں دینا چاہیے ورنہ علم کے غیر معتدل ہونے سے یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن رہی ہے تو دوسری طرف علم کے اعتدال سے جنت کا بھی نقشہ تیار کیا جا

رہا ہے علم کے غیر معتدل ہونے سے دین کے تہتر ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا انسان کو اپنی زندگی میں اعتدال کو اہمیت دینے کے لئے اپنی عمر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دیکھنا ہوگا تو ہمیں بچپن جوانی اور بڑھاپا میسر آتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جوانی کو غیر اعتدالی سے صرف کرتا ہے تو بیمار اور لاچار ہو کر ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا بڑھاپا بدنام ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ غیر اعتدالی کا جذبہ انسان کی زندگی کے لئے بدنما داغ ہے۔

انسانی سوچ کیا ہے:

انسانی سوچ انسانی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے سوچ کے ظاہر سے منفی اثرات ظاہر ہوتے ہیں سوچ کے باطن سے مثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں یعنی سوچ دورُخہ ہوتی ہے منفی سوچ انسان کو بیماری لاچاری ناداری بے قراری بے زاری اور بیکاری میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مثبت سوچ سے انسان انسانیت، اخلاق کردار اور معاشرے کی تعمیر کرتی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ میں بندے کے گمان کے ساتھ ہوں یعنی بندہ اگر منفی سوچ رکھتا ہے تو اللہ اس کو شر کے راستے پر چھوڑ دیتا ہے اور اگر بندہ مثبت سوچ رکھتا ہے تو اس کو ہر نیک کام میں برکت عطا فرماتا ہے۔

مصیبتیں اور بلائیں کیوں آتی ہیں:

اللہ ربّ العزت نے فرمایا: وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ ۴۲:۳۰، پارہ ۲۵) یعنی بلائیں اور مصیبتیں میں نہیں دیتا بلکہ تم اپنے ہاتھوں سے پیدا کر لیتے ہو۔ اے اللہ کے بندو! اللہ اس آیت میں کیا پیغام دے

رہا ہے دراصل یہ بلائیں اور مصیبتیں کیا ہیں اسے ہم اپنی زبان میں پریشان کن مسائل سمجھتے ہیں یقیناً یہ تمام مسائل کو ہم اپنے ہاتھوں سے خود پیدا کر لیتے ہیں کیونکہ یہ تمام مسائل ہمارے باہر سے ہمارے دماغ میں آتے ہیں اور منفی سوچیں اور اثرات انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹنے لگتے ہیں انسان مایوسی پریشانی نا اُمیدی اور دکھ درد کا شکار ہو کر آہستہ آہستہ اپنی اچھی بھلی صحت کو برباد کر لینے اور بیماریوں کو دعوت دینے لگتا ہے۔ دراصل مسائل کی اصل کیا ہے؟ اصل میں ہمارے باہر پیش آنے والے چند حادثے ہیں جن میں سے کچھ تو ہماری غلطیوں غلط فہمیوں اور غلط سوچ یا ناگہانی حادثات ہیں۔ ورنہ مسائل کا وجود ہے ہی نہیں یہ تمام مسائل ہماری منفی سوچ منفی سلوک اور منفی اثرات کا ردِ عمل ہے ان تمام مسائل سے کس طرح چھٹکارا حاصل کریں؟ اللہ نے ہمارے اندر جبروتی قوت رکھی ہے اگر یہ جبروتی قوت بیدار ہوتی ہے تو تمام مسائل کو ختم کر کے انسان کی زندگی میں پیار محبت امن چین، راحت، صحت، سکھ اور شانتی پیدا کرتی ہے، مگر انسان کو اس جبروتی قوت تک پہنچنے یا سمجھنے کے لئے تصوف کی راہ میں چلنے کا پورا عزم کر لینا چاہیے جہاں جسمانی مصائب اور مسائل کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی بلکہ روحانی اہمیت ہوتی ہے، روح جب بیدار ہو کر جبروتی قوت سے دوستی کر لیتی ہے تو بہت حد تک جسمانی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا روحانی راستہ ہی حق ہے اسی راہ کے تعلق سے قرآن کریم میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ کہا گیا ہے یعنی (اے اللہ) ہمیں راہِ ہدایت پر چلا کیونکہ یہی راستہ تیرے انعام یافتہ حضرات کا ہے، راہِ دنیا میں آفتیں بلائیں مصائب دکھ درد اشانتی، نفرتیں اور

عداوتیں ہو سکتی ہیں مگر روحانی راستے میں محبت اور صرف محبت ہے، محبت کیا ہے ایک عظیم قوت ہے جو خدا سے روحانی رشتہ بناتی ہے جب خدا سے روحانی رشتے قائم ہوتے ہیں تو جسمانی اذیتیں اور مسائل ختم ہو جاتے ہیں۔

مسائل کو مسائل سمجھنا ہی ایک بڑا مسئلہ ہے:

اگر انسان ناسوت اور ملکوت سے گزر کر جب جبروتی قوتوں سے جڑ جاتا ہے تو انسان کا سفر مسائل سے بھرے ملکوت اور ناسوت کی طرف نہیں ہوتا بلکہ جبروت سے آگے لاہوت کی طرف ہوتا ہے اور دائمی محبت اور راحت کی طرف اس کا سفر ہوتا ہے اس حال میں سالک کے سامنے ایک دوراہ آتا ہے ایک طرف اس کی سوچوں کی فوج ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کی سوچ جبروتی قوت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، یعنی مقام منفی سے نکل کر مقام مثبت میں داخل ہوتی ہے، مثبت سوچ سے انسان روح کی طرف سفر کرنے لگتا ہے، دماغ جب مکمل طور پر خالی ہو جاتا ہے تو وہ بھی جبروتی قوت کے زیر اثر انسان کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یعنی جب انسانی دماغ روح کی اطاعت کرنے لگتا ہے تو منفی سوچ سے رہا ہو کر مثبت اثرات کے ساتھ دائمی سرور حاصل کرتا ہے عام انسان صرف ناسوت ملکوت کی کرشمہ سازیوں میں اُلجھ کر اس کی تیسری منزل تک پہنچنا ہی نہیں چاہتے یا کچھ لوگ اس کے وجود سے ہی انکار کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس راہ سے ناآشنا ہو کر بھٹک جاتے ہیں اور روحانی کیفیت اور قوت سے محروم رہ جاتے ہیں یہ صوفیان اکرام کا احسان ہے کہ وہ اس راہِ تصوف کو ان کے لئے آسان بنا دیا ہے جو اس راہ

پر چلنا چاہتے ہیں تاکہ سالک منفی اور مثبت سوچ کے چکر سے رہا ہو کر روحانی قوت سے اپنے جسم کا رشتہ قائم رکھتے ہوئے خدا سے جڑ سکے۔

بیداری وصل اور سرور:

انسان کے لئے غفلت ایک بدترین سزا ہے اور اس سزا کا مبتلا نہ خود اپنے لئے بلکہ اپنے گھر خاندان اور معاشرے کے لئے ان چاہا بوجھ ہے، غافل سے ہر اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جو اس کے تعلق میں آتا ہے، انسان کے لئے غفلت سے بڑی بیماری کوئی نہیں بلکہ یہ ہر بیماری کی ماں ہے۔ غافل انسان خود تو بیمار ہوتا ہی ہے بلکہ اس سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو ذہنی طور پر بیمار کر دیتا ہے۔ جسم اگر بیمار ہے تو علاج ممکن ہے عقل ہی بیمار ہے تو کیا خاک علاج کریں؟

ضرر پہنچانے والے جاہل انسان سے بے ضرر پتھر بہتر ہے۔ اس لئے ہزاروں سال پہلے کی قومیں جاہل اور نقصان پہنچانے والے انسانوں سے تعلق توڑنے کے لئے بے ضرر پتھر کے مجسموں سے اپنے عقیدت کے رشتے جوڑتے چلے گئے، بعض مجسّمے تو ان کے اپنے قبیلوں کے سرداروں کے رہے ہیں، بعض تو خیالی حتی کے چاند سورج کو بھی پوجنے لگے، وجہ صرف یہی ہے کہ نقصان پہنچانے والے غافل اور جاہل انسانوں کی محبت سے بے ضرر چاند سورج بہتر ہیں۔ اس لئے غفلت کے تعلق سے دنیا کے ہر مذہب کی کتاب میں شدت کے ساتھ مذمت ملتی ہے، قرآن بھی متعدد جگہ غفلت اور غافلوں کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے۔

غفلت کیا ہے؟

انسان کی منفی سوچ اور اس پر ہٹ دھرمی کے ساتھ عمل کرنے کا نام غفلت ہے اس جذبہ سے انسان خود تو بیمار اور رسواء ہوتا ہی ہے پر دوسروں کو بھی اس بیمار جذبہ سے متاثر کر دیتا ہے اس غفلت سے توبہ کرنا چاہیے اس کے برعکس مثبت سوچ رکھنے والے لوگ جن سے تعلق قائم رکھنے میں اپنے پرائے لوگ فخر محسوس کرتے ہیں، غافل لوگ مثبت سوچ رکھنے والے انسان کو مثالی رہبر تصور کر کے اس کی اتباع میں اپنی زندگی کی کامیابی تلاش کرتے ہیں کیونکہ مثبت سوچ رکھنے والے حضرات ہی خود، خودی اور خدا کے رشتوں کو خوب سمجھ کر حسن سلوک کے ساتھ سلوک الی اللہ کی منزلیں طئے کر کے اپنی زندگی میں ہی خدا سے وصال پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اور لوگوں کے لئے ایسے حضرات کی اتباع کرنا کارِ فخر محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً صوفیان اکرام کے کئی سلاسل ہیں قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی وغیرہ وغیرہ ان سلسلوں کی اتباع کرنے والے یا مقلد حضرات خود کو ان ناموں سے منسوب کر لینے پر فخر محسوس کرتے ہیں کیوں؟ کیوں کہ مذکورہ سلاسل کے ائمہ حضرات مثبت سوچ کے ساتھ مثبت عمل بھی رکھتے تھے اور انسانی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ انسان کی منفی سوچ انسان کو غافل شیطان بنا دیتی ہے اور مثبت سوچ انسان کو انسان بنا کر رحمان سے ملا دیتی ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کو سب سے پہلے غفلت نام کی بیماری سے شفاء حاصل

کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس بھیانک بیماری سے کس طرح نجات حاصل کریں؟ اپنے ارگرد کے ماحول معاشرے اور قوموں کے طریق کار طرز عمل اور اخلاق و کردار کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو ہمیں دو قسم کے لوگ ضرور ملیں گے ایک وہ جو مثبت سوچ کے ساتھ اچھے کاموں میں مصروف ملیں گے دوسرے وہ جو اپنی منفی سوچ کے ساتھ اپنے غفلت اور ضرر پہنچانے کے کاموں میں خوشی محسوس کریں گے، اب دیکھیں کہ کس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اگر آپ مثبت سوچ رکھنے والوں سے متاثر ہو رہے ہیں تو اب خود کا جائزہ لیں یا خود کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور دیکھیں کہ آپ کے دماغ میں کس قسم کی جنگ چلی ہے، کیا باتیں چلی ہیں کیوں چلی ہیں! پتہ لگانے کی کوشش کریں، اگر ہم اپنے دماغ میں چلی ہوئی جنگ کی وجہ تلاش کرتے ہیں تو ہمیں میدانِ دماغ میں دو طرح کی فوجیں آپس میں برسرِ پیکار نظر آتی ہیں ایک منفی سوچ کی فوجیں دوسری مثبت سوچ کی فوجیں، منفی سوچ کی فوجیں اپنی سوچ سے کئی فوجیں تیار کر لیتی ہیں تو مثبت سوچ کی فوجیں کمزور ہو کر ہارنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اس لئے آپ پختہ ارادہ کر کے منفی سوچ کی فوجوں کو ہرانے کے لئے مثبت سوچ کی فوجوں کو جبروتی قوت سے مدد پہنچا کر خاتمہ کریں اور ہمیشہ کے لئے ایسا انتظام کریں کہ یہ منفی سوچ کی باہری فوجیں آپ کے دماغ میں داخل ہونے نہ پائیں، اس کے لئے جبروتی قوت پر قابو پا کر اسے دماغ کا پہریدار بنا لیں پھر دیکھیں کہ مثبت سوچ کی فوجیں آپ کو ایک بہترین انسان بننے میں کس قدر کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں اگر آپ کو جبروتی قوت حاصل ہو چکی تو سمجھ لیجئے کہ آپ کا سفر اس انسان بننے کی طرف ہے

جس کے تعلق سے اللہ نے ''خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝۴'' (التین ۹۵:۴) فرمایا ہے: یعنی ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا نیز حدیث قدسی ہے: ''الا نسان سری وانا سرّہ'' انسان میرا رازدار ہے اور میں انسان کا رازدار ہوں اس رازداری کے مقام کو ہی مقام سرور اور ہندی میں آنند اوستھا کہتے ہیں۔

پس اس مقام تک پہنچے ہوئے انسان لاہوتی اور خود شناس اور خدا شناس ہوتے ہیں اسی مقام میں ''من عرف نفسه فقد عرف ربه'' کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اسی مقام سرور میں ''انت انا و انا انت'' کا راز انسان پر فاش ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کو حقیقت میں مرتبۂ انسانیت کا حصول منفی سوچ اور عمل کی نجات پر ہی منحصر ہے۔ جاننا چاہیے کہ انسان کی سوچ اس کے عمل کا نتیجہ ہے عمل علم کا نتیجہ ہے اگر علم جبروتی قوتوں سے جاہل ہے اور فراق میں مبتلا ہے تو ایسے علم سے دین اور دنیا کو نفع کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

سوچ عمل اور علم:

عمل انسان کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے عمل پر گہری نظر رکھیں اور دیکھیں کہ یہ ہمارا عمل ہمارے علم کے مطابق ہے یا خلاف ہے۔ بناوٹی ہے یا اصلی ہے نمائشی ہے یا خالص ہے بس آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کے اعمال آپ کو انسان بنانے میں مدد کر رہے ہیں یا شیطان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کے اعمال آپ کی زندگی کو جنت یا جہنم بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ سمجھنے کی بہت ضرورت ہے، اگر آپ آسانی سے اپنے اعمال کی اصلی صورت دیکھنا چاہتے ہیں

تو بس آپ کے حاصل کردہ علم کے آئینے میں دیکھ لو حقیقت ظاہر ہو جائے گی، اگر آپ کا علم منفی اثرات کا مجموعہ ہے یا نفاق کا مجموعہ ہے تو عمل بھی ویسا ہی ظاہر ہوگا اگر آپ کا علم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہے تو یقیناً آپ کا عمل مثبت اور انسانیت کے لئے نفع بخش ثابت ہوگا اور آپ اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں گے اور آپ کی حفاظت کے لئے اللہ کی بارگاہ سے جبروتی قوتیں مدد کریں گی تاکہ مزید آپ اپنا سفر جاری رکھ سکیں، اگر آپ کا عمل آپ کے علم کے خلاف ہے تو اس کے منفی اثرات جسم اور جسموں کی دنیا میں بھٹکتے ہوئے رہزنی کریں گے، اگر آپ کا عمل آپ کے نیک علم کے مطابق ہے تو یہ وہ رفیق ہے جو آپ کے ساتھ قبر میں دفن ہوگا۔ لہٰذا حدیث پاک میں آتا ہے **''میرا ایک دوست ہے جو میرے ساتھ قبر میں دفن ہوگا وہ ہے میرا عمل''** معلوم ہوا کہ آپ کا نیک عمل دنیا سے قبر تک آپ کے ساتھ ہی رہے گا۔ اس لئے بہترین انسان وہ ہوتا ہے جو اپنی منفی سوچ پر مثبت سوچ کے ذریعہ فتح پا کر جبروت کی طرف کامیاب سفر کرتا ہے اور سارے جنجالوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

منفی سوچ کے نقصانات:

صدیوں سے منفی اور مثبت سوچ رکھنے والے لوگ اس دنیا میں آچکے ہیں آئے ہیں اور آتے رہیں گے، یہ خاموش جنگ رشتوں ناطوں، خاندانوں، سماجوں اور قوموں میں آج تک چلی آ رہی ہے، اگر منفی سوچ اور مثبت سوچ کی لڑائی میں مدمقابل کوئی نہ ہو تو یہ دونوں سوچیں ایک ہی انسان کے دماغ میں یلغار کرتی

رہتی ہیں، یہ یلغار اس وقت تک چلتی ہے جب تک انسان پاگل نہ ہو جائے یا نفسیاتی مریض اور جسمانی مریض نہ ہو جائے، اگر ہم اپنی دنیا اور دنیا داروں پر غور کرتے ہیں تو منفی سوچ کے حامل انسانوں سے دنیا اور فطرت کو خطرناک حد تک نقصان پہنچتا رہا ہے، منفی سوچ کے انسان فطرت اور قدرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے رہے ہیں، اس کے علاوہ معاشرے کو بھی روگی بناتے آ رہے ہیں حتیٰ کہ وہ خود اس بھیانک بیماری میں مبتلا ہو کر (ڈپریشن، بلڈ پریشر شوگر تھائی رائیڈ) اور دماغی بیماریوں میں مبتلا نظر آتے ہیں کیوں؟ کیونکہ یہ سب انسان کی منفی سوچ کے اثرات ہیں جو اُس پر مہلک بیماریوں کی شکل میں یلغار کر رہی ہیں، ایسے لوگوں کی اولادیں بھی بیمار پیدا ہو رہی ہیں خاندان اور معاشرہ بیمار ہو رہا ہے۔ لہٰذا مذہب کی اہمیت نہ رکھنے والے لوگ بھی بہت حد تک اس حال کے ذمہ دار ہیں کیونکہ دنیا کا ہر مذہب منفی سوچ کی مخالفت کرتا ہے، ہر مذہب کے اُصول مثبت سوچ کی دعوت دیتے ہیں، اگر یہ مذہب سے ہی آزاد ہو جائیں تو ایسے لوگ خود اپنے دماغوں میں لڑتے لڑتے یا ایک نتیجہ تک پہنچتے پہنچتے مثبت نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے بیمار ہو جاتے ہیں۔

اگر انسان منفی سوچ کا بیمار ہے تو ایک ماں اچھی ماں، ایک باپ اچھا باپ، ایک بیٹی اچھی بیٹی، ایک بیٹا اچھا بیٹا، ایک بھائی اچھا بھائی، ایک بہن اچھی بہن کس طرح بن سکتی ہے؟ انجام کار اپنے ہی خونی اور نسلی رشتوں میں منفی اور مثبت سوچ کی جنگ چھڑ کر گھر بار رشتے تباہ ہو جاتے ہیں، ایک مختصر زندگی جہنم بن جاتی ہے تمام رشتے ان سوچوں کی وجہ سے بے رحم اور ظالم بن جاتے ہیں، یہ اپنے ہی

خون کے دشمن دوسرں کے خون کا درد کب محسوس کریں گے؟ کب درد کریں گے کس کے کام آئیں گے؟ لہٰذا منفی سوچ سے غفلت برتنا ہی پاگل پن ہے۔

اگر تم لوگ ان بیماریوں سے نجات پانا چاہتے ہو تو علم اصول حیات، دین یعنی شریعت کے ساتھ علم معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، تجربہ اور تاریخ گواہ ہے کہ علم شریعت کے دعویداروں سے جتنا نقصان فرقوں کی صورت میں دین اور دنیا کو پہنچا ہے اتنا علم معرفت سے ہرگز نہیں پہنچا کیونکہ علم شریعت میں منفی سوچ کا دخل کہیں نہ کہیں ہو ہی جاتا ہے خواہ وہ دولت شہرت مرتبہ یا جاہ کی صورت میں کیوں نہ ہو! مگر اہل معرفت ان تمام مفادات سے یکسر نجات یافتہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کی سوچ مثبت ہوتی ہے۔

انسان کی حقیقت:

انسان بننے کا سفر نطفہ سے لتھڑا لتھڑے سے مغضہ مغضہ سے بچہ اور بچے سے حرکت یا عمل کے ذریعہ اس دنیا تک ہوتا ہے، وہ اس دنیا میں کیسے جیتا اور کیسے مرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ کیسے جیا اور کیسے مرا؟ ان مرحلوں کو جاننے کے لئے انسانی شخصیت کو جاننا ضروری ہے کہ اس کی تعمیر کن اثرات سے ہوئی ہے، اگر ایک شخص کی شخصیت کی تعمیر مثبت سوچ سمجھ علم اور عمل سے ہوئی ہے تو وہ نظر آنے والا شخص کم از کم انسان کہلانے کا مستحق ہے، اگر اس شخص کی تعمیر منفی سوچ سمجھ عقل اور علم سے ہوئی ہے تو وہ انسان نہیں بس نظر آنے والا انسان نما شیطان ہے، الغرض انسان مثبت اثرات کے ساتھ ایک اچھا انسان ہے اگر وہ منفی اثرات

کا مجموعہ ہے تو شیطان صفت شیطانی سوچ سمجھ کا مظہر ہوتا ہے۔

اگر ہم سب انسان ہیں تو ہم کیسے انسان ہیں؟ ہماری سوچ سمجھ علم اور عمل، حیات بخش یا موت بخش پھل کی مانند ہوتے ہیں! اللہ نے ہر انسان کو جبروتی قوتیں عطا کیا ہے اگر ہم ان قوتوں کا استعمال کرکے اپنی شخصیت کی تعمیر کر لیتے ہیں تو بہترین انسان ہیں اور اگر ہم ناسوتی اور ملکوتی وہ قوتیں (جو جانور بھی) رکھتے ہیں ان قوتوں کے زیر اثر خود کی تربیت کر لیتے ہیں تو ہم شیطان صفت بن جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسان کو انسان اور کامل انسان بنانے میں قلب کی اہمیت بہت زیادہ ہے اگر انسان قلب کی مدد کے بغیر اپنے علم و عقل سے نتیجے اخذ کرتا ہے تو وہ خود بھی اُلجھ جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اُلجھا کر رکھ دیتا ہے۔ اگر انسان قلب کی مدد سے خود کی تعمیر اور اصلاح کر لیتا ہے تو فرشتوں سے بہتر مقام پر آجاتا ہے۔

جس کے تعلق سے حضرت علی کرم اللہ فرماتے ہیں:

''کہ اللہ نے جانور میں شہوت رکھی ہے اور فرشتوں میں عقل اور انسان میں دونوں رکھی ہیں اگر انسان کی عقل پر شہوت غالب آتی ہے تو وہ جانور سے بدتر بن جاتا ہے اور اگر عقل شہوت پر غالب آتی ہے تو وہ فرشتوں سے افضل مسجود ملائکہ یعنی انسان بن جاتا ہے۔'' الغرض ہم وہی بن جاتے ہیں جو سوچتے ہیں۔

دماغی سوچ کے اقسام:

دماغی سوچ کیا ہے؟ اگر اس سوچ کو الفاظ ملتے ہیں تو وہ کلام بن جاتا ہے اور کلام بے معنی اور بامعنی بھی ہوسکتا ہے اگر اس کلام کے اظہار کے لئے کوئی مخاطب نہ ہو تو انسان اپنے دماغ میں خود سے بات کرنے لگتا ہے عجیب عجیب ترکیبوں سے خود کے اندر خاموش سوالات وجوابات میں مشغول ہوجاتا ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کچھ لوگ خود سے باتیں کرتے ہوئے بھی جارہے ہوں گے یا تنہا چلتے کچھ اشارے کررہے ہوں گے مایوس یا مسکرارہے ہوں گے سب کچھ ایک طرح کا پاگل پن ہے جو دوسروں کو نہیں خود کو نقصان پہنچا کر منفی سوچ کے اثرات کے دائرے میں محصور کر کے خود کو بیمار کرلیتے ہیں۔

سوچ اور کلام کے اثرات:

سوچ اگر کلام کی صورت اختیار کر کے کسی دوسرے سے مخاطب ہوتی ہے تو یہ کلام تین اقسام میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) جب انسان کے پاس کوئی کام یا مقصد نہیں ہوتا تو وہ خود سے کلام کرکے تھک ہار کر اپنے دوستوں کی تلاش میں نکل جاتا ہے تاکہ کچھ وقت گذار لیں، یا گپ شپ بازی کرلیں، جب اسے ایک یا ایک سے زائد دوست ملتے ہیں تو سب ایک جگہ جمع ہوکر گپ شپ میں مشغول ہوجاتے ہیں اس گپ شپ کا نتیجہ کبھی مشورے کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے کبھی کبھی زندگی سے بیزاری ناکامی نامرادی مایوس گلے شکوے، حسد جلن، بغض کینہ اور انتقامی جذبات کی بحث پر ختم ہوجاتا ہے یہ منفی سوچ کے کلام کا نتیجہ ہے ایسے

انسانوں سے گھر خاندان ازدواجی زندگی اور معاشرے کو صرف نقصان پہنچتا ہے کوئی فائدہ ہرگز نہیں پہنچتا کیونکہ ایسے لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو کبھی یہ کسی کے استاد کبھی کسی کے شاگرد بن کر آمدن نشتن اور برخاستن کے مطابق آوارہ ہوجاتے ہیں۔

ہماری سوچ کے مطابق ظاہر ہونے والے دوسرے (۲) درجے کے کلام میں کچھ اچھی باتیں کچھ اچھے اعمال کی نصیحت کچھ اچھے کام کے جذبے کچھ کر گزرنے کے احساسات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہر اچھے کام اچھی بات اور عمل کی آڑ میں حیلے بہانے اور تاویل کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں خدمت خلق کے نام پر کچھ نئے نئے راستے نئے نئے طریقے اپنے اپنے مفاد کے پہلو میں اپنی اپنی زندگی کو سنوار لینے کی ترکیبیں بھی ہوتی ہیں، ایسے لوگ جلسے جلوس پسند تبلیغ وعظ و نصیحت پسند ہوتے ہیں اور انہیں لوگوں میں کچھ ماہر حضرات مبلغین واعظ اور ناصحا وغیرہ بن کر اپنے اپنے من پسند راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، انجام کار بظاہر یہ کام تو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر جب انہیں لوگوں میں اختلافات رائے کا پہلو نکل آتا ہے تو نوبت حق و ناحق، غلط یا صحیح، کفر و ایمان مناظرہ اور مجادلہ تک آجاتی ہے تو ان حضرات کے مکتب فکر سے کئی مکاتیب فکر جنم لیتے ہیں اور قوم کی وحدت کا شیرازہ بکھر کر قوم فرقوں میں بٹ جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس دوسرے درجے کے لوگوں کی سوچ مثبت سے شروع ہوکر منفی پر ختم ہوجاتی ہے۔

ہماری سوچ اور کلام سے ایک تیسری (۳) قسم کی جماعت تیار ہوتی ہے

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے صفات اور اسکے رسول پاک کی سیرت کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں ''کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾'' (التوبۃ ۹:۱۱۹، پارہ ۱۱) یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ، اس فرمان کے مطابق سچوں کی تلاش میں نکلتے ہیں جب انہیں کوئی کامل پیر یا استاد مل جاتا ہے تو اس کامل کے علوم اور تعلیمات کے زیر اثر رہ کر اپنے دماغ کو منفی سوچ سے خالی کر کے مثبت سوچ سے آراستہ کر لیتے ہیں اور ہر حال میں صبر کرتے ہیں۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾'' (البقرہ ۲:۱۵۳) یعنی اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ یہ صابر حضرات کی سوچ اُصولِ سوچ، عمل اُصول عمل سیرت اور کردار میں کامل حضرات کی اُمید پر کھرے اُتر کر انسان انسانیت، دین وملت کی خدمت میں مصروف رہ کر خدا کی رضا سے راضی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں حضرات قدسیہ کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے۔ اب اندازہ لگایئے کہ انسان کی دماغی سوچ انسان کو کیا سے کیا بنا کر رکھ دیتی ہے۔ ''کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾'' (التوبۃ ۹:۱۱۹، پارہ ۱۱) کے زُمرے میں رہنے والے سچوں کے ساتھ سچی باتیں کیا کرو سچائی کو عبادت سمجھو، سچے لوگوں کے ساتھ سچی اور اچھی باتوں کے علاوہ کوئی اور سوال نہ کرو، ان حضرات قدسیہ کو اپنے جیسا سمجھ کر بلا سوچے سمجھے گپ شپ کے درجہ کی گفتگو نہ کرو اس علم کے تعلق سے بھی سوال نہ کرو جس کا انجام مناظرہ مجادلہ، کفر وایمان کے نتیجے پر ختم ہوتا ہے، ان حضرات قدسیہ سے ہمیشہ محتاط سوال کرو اور جواب پاؤ تو اس پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کرو ورنہ سوءِ ادب کا شکار ہو کر اللہ کے عتاب کا نشانہ بن جاؤ گے۔ لہٰذا اللہ ربّ العزت اعلان فرماتا ہے: ''**جو میرے دوستوں سے دشمنی کیا یا تحقیر کیا گویا اس نے میرے ساتھ**

جنگ کا اعلان کر دیا۔''

یاد رکھو اس دنیا میں دو طرح کے لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''خیرہٖ وشرہٖ'' یعنی ایک طبقہ اہل خیر کا ہوتا ہے ایک طبقہ شر کا ہوتا ہے، اہل خیر حضرات ہمیشہ شر پسند یا شریروں کی شرارت پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ صبر کے پردے میں ہی اللہ نے نجات کو پوشیدہ کر دیا ہے، شریر لوگ اس نکتے سے ناآشنا ہوتے ہیں مگر اہل خیر حضرات بخوبی واقف ہو کر اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں۔

☆☆☆

باب دوم

قدرت یا فطرت کے اصول:

اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے : ’’فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ‘‘ (الانعام۶:۷۹) یعنی اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اپنی اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے، ہر چیز کے اپنے فطری اصول ہوتے ہیں مثلاً ہوا کا اصول چلنا رکنا گرم یا ٹھنڈا ہونا وغیرہ آگ کا اُصول جلنا اور جلانا ہے اسی طرح عناطر کی دنیا میں ہر چیز اپنے اندر منفی یا مثبت اُصول لئے ہوئے ہے ہر چیز اپنے فطری اُصول پر عمل کرتی ہے قدرت کے فطری اُصول کتنے پرانے ہیں یہ اندازہ لگانا بہت دُشوار ہے صدیوں سے انسان ہر چیز کے فطری عمل اور اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اور انہیں اُصولوں سے اپنے علم میں اضافے کے ساتھ استفادہ بھی کر رہا ہے، یہ دنیا ابتدائے آفرینش سے آج تک ایک تجربہ گاہ بنی ہوئی ہے، اس زمین پر جب سے انسان آیا ہے اس وقت سے قدرت یا فطرت کے اصولوں کو سمجھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اسی طرح انسان کا وجود خود ایک تجربہ گاہ ہے، فطری یا قدرتی اُصول جس طرح عمل اور ردعمل میں مصروف ہیں، بالکل اسی طرح انسان کی سمجھ کے اصول بھی ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ مگر انسان خود اپنے اندر شعور یا تحت الشعور میں پوشیدہ اُصولوں کو سمجھنے کی بجائے اپنے باہر کی اشیاء کے علوم اور اُصولوں کو سمجھنے

کی کوشش کرتا ہے تو وہ انسان اپنے اندر کی دنیا سے غافل ہو کر اپنے باہر بھٹکنے لگتا ہے۔ لہٰذا انسان کو خود کے وجود کی تجربہ گاہ میں فطری یا غیر فطری اُصولوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے اور یہ جاننے کی کوشش کرنا چاہئے کہ انسان میں یہ اُصول خود اس کی اپنی صلاحیت سے پیدا شدہ ہیں یا کسی سے سیکھے ہوئے دیکھے ہوئے ہیں یا ہماری تہذیب کے ذریعہ انسان میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کو فاطر حقیقی کے اُصول اور اخلاق کے مطابق اپنے اُصولوں کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے تب کہیں جا کر ایک بہترین معاشرے کی تعمیر ممکن ہے ورنہ متضاد معاشرہ منفی اور مثبت اصولوں کی زد میں آکر بیمار ہو جاتا ہے۔

اگر انسان ہر طرح کے مرض دکھ درد، نفاق بدامنی، بدحالی بے علمی، بے عملی اور نفرت سے پاک رہنا چاہتا ہے تو ہم انسانوں کو قدرت یا فطرت کے عطا کردہ بہترین اُصولوں پر عمل کرنا ہوگا تب کہیں جا کر ہم اپنی زندگی کے معنیٰ کو سمجھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ورنہ صرف زندہ رہنے کا نام زندگی نہیں ہے، زندگی کو بے اصولی طرز عمل کے ساتھ جیا نہیں جا سکتا ورنہ ایسی زندگی دوسرے پر بوجھ بن جاتی ہے۔ لہٰذا انسان کو قدرت یا فطرت کے اُصولوں سے سبق حاصل کر کے صرف مثبت اصولوں کو اپنی زندگی میں ڈھال لینا ہوگا منفی اور مثبت اصولوں کا مجموعہ انسان کو منافق چاپلوس اور ریاکار بنا کر رکھ دیتا ہے۔ اس لئے انسان کو غافل نہیں بلکہ ہر وقت چوکنا اور باہوش رہنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری عقل اور ہمارے اُصول کس طرح کے کام کرنا پسند کرتے ہیں، کس مشغلے سے خوش اور ناخوش ہوتے ہیں کس طرح کے کام کر کے مطمئن یا غیر مطمئن ہوتے ہیں، اگر ہم اپنی عقل اور عقلی

اُصولوں پر پوری نظر رکھ کر منفی عقل اور اصولوں کو دماغ سے باہر نکال کر مثبت عقل اور اصول کو جگہ دینے میں کامیاب ہوتے ہیں تو ایک بہترین معاشرہ تیار کرنے میں انشا اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ یہاں انسان کو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے اُصول علم، عمل یا عقل کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ تک کیا بھیج رہا ہے اور یہ بھی ذرا سوچنا ہوگا کہ عقلی طور پر آپ کیا تعمیر کر رہے ہیں، جنت یا جہنم؟ اگر آپ اپنے علم عقل اور اُصولوں سے جہنم تعمیر کر رہے ہیں اور جنت کی تمنا رکھ رہے ہیں تو یہ خود فریبی ہے آپ کو جاننا چاہیے کہ آپ کا ہر کام ہر سوچ ہر اصول سے کچھ نہ کچھ تعمیر ہو رہا ہے اور آپ معمار ہیں ہماری اپنی تعمیر کی ہوئی ہر چیز عمل اور ردعمل رکھتی ہے اس کے اثرات بھی سب سے پہلے ہماری شخصیت پر ظاہر ہوتے ہیں اور ہمارے اعمال کا سایہ ہمارے معاشرے میں نفاق کا باعث بن جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان اور قدرت کا گہرا تعلق ہے، قدرت انسان کو ہر وقت ہر آن ایک پیغام دے رہی ہے اور جواباً ہم قدرت کو کیا پیغام دے رہے ہیں، یہ بھی ضرور جاننے کی کوشش کرنی ہوگی اگر انسان صرف برے کام کرتا ہے یا دوسروں میں عیوب تلاش کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا خود ایک آئینہ ہے، یہ دنیا بھی ہمیں وہی دکھائے گی جیسے ہم ہیں اگر ہم اپنے آپ کو دوسروں میں تلاش کرتے ہیں تو ہم سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں، ہمیں چاہیے کہ خود کو خود میں تلاش کریں اور دیکھیں کہ ہم کس طرح کے انسان ہیں، ہمارا علم وعمل اور اصول کیسے ہیں بس جواب مل جائے گا، ویسے تو ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔ لہٰذا قرآن نے بارہا فرمایا ہے کہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے، عارضی طور پر اگر ہم دنیا میں بسنے والے

انسانوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دو طرح کے انسان ملتے ہیں ایک وہ جو خود اپنی زندگی کے مالک ہیں اور اپنی زندگی کو اپنے اُصولوں پر گزارنا پسند کرتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو زندگی کے غلام ہیں بس زندگی وقت اور حالات اس سے جو کام لیتے ہیں وہ لوگ وہی کرتے ہیں۔

کامیاب زندگی کا راز:

اگر ہم اپنے معاشرے کو بغور دیکھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں تو کچھ لوگوں کی زندگی کامیاب اور کچھ لوگوں کی زندگی ناکام نظر آتی ہے، کچھ لوگ اپنی طئے شدہ منزل تک پہنچتے ہوئے اور کچھ لوگ راستے سے بھی محروم مگر زندہ ملیں گے یہ فرق آخر کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ دراصل انسان کے اپنے بہترین اُصول اسے کامیابی کی منزل تک پہنچاتے ہیں، بے اصول انسان ناکام اور ذلیل ہو جاتا ہے، ان دو گروہوں کے درمیان ایک اور طبقہ بیچ میں لٹکا ہوا بھی ملے گا اگر وہ بیمار نہیں تو بیماری سے دور بھی نہیں اگر وہ کامیاب نہیں تو پوری طرح ناکام بھی نہیں، ایسے لوگ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسے جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے قدرت سے نہ فطرت سے کچھ سیکھا نہ سیکھنے کی کوشش ہی کیا بس ایسے لوگ سانسوں کو غنیمت مان لیتے ہیں، اللہ نے ہماری فطرت میں ہمارے لاشعور میں بے شمار صلاحیتیں رکھی ہیں بس اس کے استعمال کا طریقہ آنا چاہیے کہ کامیابی باہر تلاش کریں یا اپنے اندر تلاش کریں۔ ارشاد خداوندی ہے: ”رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾“ (البقرہ ۲:۲۰۱، پارہ ۲) ترجمہ: ائے ہمارے رب

ہمیں دنیا (میں بھلائی وکامرانی کی توفیق) وآخرت میں (نجات کی) سعادت عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی دنیا کو بھی کامیاب بنالینا ہوگا۔ لہٰذا اگر دنیا بیمار ہوجاتی ہے تو دین کس طرح صحت مند رہے گا؟ اگر دنیا بگڑ جاتی ہے تو دین کس طرح سنور سکتا ہے؟ اس لئے انسان کو دنیا اور دین کے دونوں میدانوں میں کامیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ انسان کی دنیا کی تباہی اس کے دین کی تباہی ہے۔

علم شریعت ومعرفت کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''قرآن کا ہر حرف ہر آیت اپنا ظاہر وباطن رکھتی ہے نیز ہر چیز اپنا ظاہر وباطن رکھتی ہے۔''

قرآن میں خود ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ'' (الحدید ۵۷:۳) سمجھدار کو اگر کوئی کامل پیر سمجھائے تو اس آیت میں حکمت انگیز سبق ہے جسے باآسانی سمجھا جاسکتا ہے ترجمہ وہ (اللہ) اوّل ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے، یہ اللہ کے صفاتی اسماء ہیں یعنی وہ تنزیہہ اور تشبیہہ میں ہے یعنی اللہ ہر چیز کی تخلیق سے پہلے تنزیہہ میں جلوہ افروز رہا اور تنزیہہ سے (اللہ) ظاہر بھی ہے اور باطن ہے یعنی تشبیہ کی حقیقت تنزیہہ میں ہے، مجموعی نکتہ کو اس طرح سمجھیں ہر چیز ہر مخلوق اللہ کے صفات اور اسماء کی مظہر ہے۔ جس میں وہ اللہ ظاہر ہے مثلاً اللہ کا ایک صفاتی نام محیط ہے تو فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

مُّحِیْطٌ'' یعنی کوئی چیز اسم محیط کا مظہر ہے اللہ کا ایک صفاتی نام قدیر ہے تو فرمایا ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾'' (البقرہ ۲:۲۰) یعنی کوئی چیز اسم قدیر کی مظہر ہے، اللہ کا ایک صفاتی نام شہید بھی ہے تو ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۷﴾'' (الحج ۲۲:۱۷، پارہ ۱۷) یعنی کوئی چیز اسم شہید کا مظہر ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ صفت محیط کے ساتھ ہر چیز میں جلوہ فرما ہے اس لئے ہر چیز کو احاطہ اور حیات ملی، اللہ کی ایک صفت ہر چیز میں قدیر بن کر اپنا جلوہ دکھا رہی ہے تیسرے مقام پر اللہ کی ایک صفت اسم شہید کا مظہر بنکر ہر چیز کو دیکھ رہی ہے، اس وضاحت سے معلوم ہو کہ ہر چیز اللہ کے اسماء وصفات ہی کا مظہر ہے تو ہر چیز میں اوّل وآخر ظاہر اور باطن کون ہے؟ اللہ کے صفات ہی ہیں، مظہر تشبیہہ ہے اور جو مظہر میں ظاہر ہے وہ تنزیہہ ہے۔ سالکین کے لئے اللہ کی اس قدرت کے ظاہر وباطن یا مظہر و ظاہر کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرنا ضروری ہے ورنہ اس حقیقت کے سمجھے بغیر ہم کلمہ طیب کے ظاہری وباطنی مطالبہ یا معنیٰ تک نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح حالت نماز میں اللہ نماز کی ظاہری وباطنی معنیٰ کے ساتھ ادائیگی کو پسند فرماتا ہے اس لئے حدیث جبرئیل میں وارد ہوا ہے کہ:

''نماز اس طرح پڑھو کہ تم اللہ کے دیدار میں محو ہو ورنہ اس طرح پڑھو کہ اللہ شہید ہے اور تمہاری نماز کو دیکھ رہا ہے۔''

اسی طرح روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ تمام ارکان اگر اپنے ظاہر وباطن کے ساتھ ادا نہیں ہوتے ہیں تو اولیاء اللہ کے نزدیک ان حرکات کو غفلت سے تعبیر کیا گیا ہے مگر عوام ان تمام ارکان کو بڑی امید کے ساتھ یا مکمل اعتماد کے ساتھ قابل

قبول تسلیم کرتی ہے۔

پانچ ارکان کی شرعی حقیقت:

اگر کوئی اللہ کا بندہ کلمہ پڑھ لیتا ہے تو اسے ہم اور ہمارے علماء مسلمان تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ علماء اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرے دل سے تحقیق کرے اگر تحقیق پر ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کلمہ کے متعلق ''اقرار باللّسان تصدیق بالقلب'' کو واجب بھی تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ انسان کی زبان ظاہر ہے اور دیکھی جاسکتی ہے اور انسان کا قلب ہماری نظروں سے باطن ہے جو نظر نہیں آتا۔ لہٰذا یہاں ظاہر و باطن کی مشروط اہمیت ظاہر ہوگئی، زبان تشبیہہ ہے تشبیہہ نظر آتی ہے اور تشبیہہ سے ادا ہونے والا کلمہ سنائی دیتا ہے یعنی عضوئے ظاہر سے ادا شدہ کلمہ سنائی دیتا ہے، قلب باطن ہے یہاں تصدیق بالقلب کا معنیٰ ہے قلب کی زبان سے ادا کرے اگر بندہ قلبی زبان سے کلمہ ادا کرتا ہے تو وہ بندے کے ظاہری کان کو سنائی نہیں دیتا، زرا تفصیل سے سمجھئے کہ اگر بندہ بندے کے سامنے کلمہ پڑھتا ہے تو بندہ اس کے پڑھے ہوئے کلمہ کا گواہ ہو جاتا ہے اگر بندہ اپنے دل کی زبان سے کلمہ پڑھتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سنتے ہیں اگر بندہ مظہر کی شکل میں کلمہ پڑھتا ہے تب بندے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بھی سنتے ہیں کیونکہ اللہ اور رسول پاک ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اب اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ بندہ کی کلمہ گوئی پر دیگر بندوں کے ساتھ اللہ اور رسول پاک ﷺ بھی گواہ ہیں کہ وہ کلمہ گو ہے مگر جب قلبی زبان سے

کلمہ پڑھتا ہے تو بندے کی قلبی گواہی یعنی باطنی کلمہ گوئی پر صرف اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ گواہ ہوتے ہیں۔ اگر ہم صرف زبانی کلمہ کو کلمہ سمجھ لیتے ہیں اور دل غافل ہے تو ایسے کلمہ گو کو کیا کہا جائے؟ جب کہ ظاہر کا انحصار تو باطن پر ہے، اگر زبان عالم ہے اور دل جاہل ہے تو اس تضاد کے مجموعہ کو نفاق کہتے ہیں جب کہ ہر چیز کا اپنا فطری اصول ہے جو کہ ظاہر و باطن کے ساتھ وجود میں آتا ہے، جب تک کوئی چیز باطن اور ظاہر کے ساتھ مکمل نہیں ہو جاتی اسے مکمل نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ ادھورا ہے، جان کے بغیر جسم تشکیل نہیں پا سکتا، جسم کلمہ پڑھے اور جان غافل رہے اور ہم نے سمجھ لیا من قال لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه) فَدَخَلَ الْجَنَّة یعنی جس نے (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه) پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اب اگر بندے کی زبان نے کلمہ پڑھ لیا تو زبان کو جنتی تسلیم کر لیا جائے اگر دل نے نہیں پڑھا ہے تو دل کا کیا انجام ہوگا کیا ہم دل کو جہنمی قرار دے لیں؟ نہیں میرے بھائی! اللہ کا قانون اگر مکمل ہوا ہے تو ظاہر و باطن یا باطن و ظاہر پر مکمل ہوا ہے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰه لاینظر الیٰ صُورکم والا ینظر والیٰ اعمالکم ولاکن ینظر فی قلوبکم و نیاتکم: ترجمہ بیشک اللہ تمہاری ظاہری صورتوں کو نہیں دیکھتا تمہارے (ظاہری) اعمال کو بھی نہیں دیکھتا لیکن تمہارے قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے، اس حدیث پاک میں صاف ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر تمہارے قلوب کی باطنی کیفیت اور نیت درست نہیں یا ظاہر کے مطابق گواہ نہیں تو سب کچھ بیکار ہے یعنی یہ ظاہری و باطنی تضاد ہے، کیا اللہ تضاد کو پسند کرتا ہے کیونکہ تضاد نفاق ہے اگر ہماری ظاہری حالت و کیفیت باطنی حالت و

کیفیت کے مطابق نہیں تو کیا واقعی یہ نفاق و تضاد نہیں؟ معلوم ہوا کہ اللہ رسول پاک ﷺ اور دین اسلام کے نزدیک نمائش یا ظاہری اعمال کی اہمیت ہرگز نہیں بلکہ باطنی کیفیت کی اہمیت ہے۔یہی قاعدہ کلیہ بھی ہے کہ انسان اگر ایک مٹی کا برتن بھی خریدتا ہے تو ٹھونک بجا کر دیکھتا ہے کیونکہ ظاہراً وہ برتن خوشنما تو نظر آ رہا ہے مگر اس کی باطنی مضبوطی یا باطنی پختگی کہاں تک ہے،تو کیا اللہ تمہارے ظاہر کو دیکھ کر قبول کرلے گا چاہے باطنی کیفیت منافق ہی کیوں نہ ہو۔

بالکل اسی طرح کلمہ کے بعد اللہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے ارکانِ فرائض میں بھی ظاہری شکل و شباہت اور کیفیت کے ساتھ باطنی یعنی قلبی کیفیت اور نیت کو بھی دیکھتا ہے یعنی ظاہری قسم تو ان مذکورہ ارکان کی ادائیگی میں مصروف ہے مگر باطنی قلوب اور نیتوں کی کیفیت کیا ہے؟ اگر ارکانِ فرائض کی ادائیگی میں انسان ظاہری جسم کے ساتھ کامیاب بھی رہا تو باطنی قلوب اور نیتیں ناکام ہیں اور اور غیر مقبول ہیں تو کیا تمام ارکان فرائض کی تکمیل ہوگئی؟ کیا اللہ اس تضاد پر مشتمل عبادت کو قبول کرلے گا؟ اگر قبول کر بھی لیتا ہے تو یہ سب کچھ اللہ ہی کے منشاء کے خلاف ہوا،نعوذ باللہ کیا اللہ خود اپنے منشاء کے خلاف کرتا ہے؟ مانا کہ اللہ رحیم ورحمان، ستار غفور اور مہربان ہے، یہ مہربانی تضاد یا نفاق کے مجموعات کے لئے نہیں بلکہ اُس کی رحمت گناہوں کے معاف کرنے میں بڑی کامیاب ہے۔اگر وہ منافق یا تضاد کو پسند کرتا تو منافقین کے لئے متعدد جگہ جہنم کی وعید کیوں سناتا؟

چلیے ہم مسلمان ہیں اور مسلمان جیسے نظر بھی آتے ہیں اگر ہمارے ظاہری اعمال اور باطنی کیفیت و نیت اللہ کے پسندیدہ دین کے مطابق نہیں یا اگر ہم مسلمان

ہو کر بھی دغاباز جعلساز، مکار، گنہگار، بدکار بے رحم خیانت کرنے والے بددیانتدار اور نمائشی ریاکار یا جھوٹے ہیں تو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: ''لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۱﴾ '' (آل عمران ۳:۶۱) یعنی ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے'' یہاں زبانی جھوٹ ہو یا قلبی نیت کا جھوٹ ہو، یہ افعال لعنت ہیں تو پھر اللہ کی بارگاہ میں مذکورہ اوصاف کیساتھ لعنتی قرار پاتے ہیں تو ہم میں اور لعنتی شیطان میں کیا فرق رہ گیا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ'' (الانعام ۶:۱۱۲) یعنی جن اور انسان کی شکل وصورت میں شیطان بھی ہیں یعنی اللہ فرماتا ہے جنات اور انسان کی صورت میں شیطان بھی پیدا کئے گئے ہیں۔اب از روئے انصاف خود فیصلہ کرلیجئے کہ ہم واقعی انسان ہیں یا شیطان۔

ذکر وفکر:

اے سالکین راہ حق مندرجہ بالا بحث کو بغور پڑھنے کے بعد اب ذکر وفکر کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ ظاہر و باطن کے اتحاد کے ساتھ ذکر وفکر کا سلیقہ آجائے، ذکر کے بھی اقسام ہیں ذکر جلی اور ذکر خفی یا نماز بھی ذکر ہے خفی اور جہری، ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز کے ذریعہ ذکر خفی اور جلی کا درس دیا ہے، نماز اگر جہری ہے تو اس کی تائید میں قلب خفی ذکر کرے، نماز اگر خفی ہے قلب ذکر جہری کرے تا کہ اس ذکر کو تیری روح سنے اور اسے وعدۂ الست یاد آجائے۔

بالکل اسی طرح ذکر و اذکار جلی میں اگر ہماری زبانیں مصروف ہیں تو ہمارے قلوب ذکر خفی کریں تا کہ روح کو وعدۂ الست یاد آجائے اگر ہم ذکر خفی

کرتے ہیں تو ہمارے نفوس یعنی ہماری ظاہر عقلوں کو یہ موقع دیا ہے کہ ہماری عقلیں بھی خاموشی کے ساتھ ذکر کرے تاکہ ذکرواذکار کا اثر ہمارے جسم کے تمام اعضاء قبول کرے، صوفیان اکرام نے بھی اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے حکم کے مطابق ذکر جلی اور ذکر خفی کی اصطلاحیں ایجاد کی ہیں تاکہ ذاکر اپنے ظاہر وباطن کے پورے اتحاد کے ساتھ اللہ کے ذکر یا عبادت کا حق ادا کرے، اگر بندے کی زبان اور قلب میں تضاد ہے تو یہ کھلا ہوا نفاق ہے اور نفاق کا ذکر قابل قبول نہیں، بوقت ذکر جلی قلب ذکر خفی کرے اور بوقت ذکر خفی ہمارا سارا وجود وہ ذکر جلی کرے جسے صرف اللہ سن سکے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گھنے جنگل سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزر رہے تھے مگر اچانک آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس گھنے جنگل میں، میں ہی ایک ہوں جو اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں، تو اللہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ میری تخلیقات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرا ذکر حمد وثنا نہ کر رہی ہو اور پوچھا کیا آپ میرے مخلوق کی تسبیح وذکر کو سننا چاہتے ہو؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے سننے کی درخواست کی تو اللہ نے اس بیابان کو حکم دیا۔ اے بیابان اپنے ذکر کی آواز کو بلند کر! اس حکم کے ساتھ سارا بیابان ہر پیڑ، ہر پتّہ زرّہ زرّہ جب اپنی آواز کو بلند کیا تو آپ بیساختہ پکار اُٹھے بیشک اے اللہ تیری قدرت کی ہر چیز ذرّہ ذرّہ تیرا ذکر کر رہا ہے اور ہم سے ہی تیرے ذکر کا حق ادا نہ ہوا۔

اسی مقام کے مدنظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**ماعبدناک وحق عبادتک**'' یعنی اے اللہ میں ابھی عبد ہوں اور ابھی حق عبادت ادا نہ ہوا، جب

سیدالانبیاء سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں تو ہماری کیا بساط ہے جو اپنی عبادت ذکرواذکار پر ناز کرتے رہیں، مذکورہ حدیث سے حق عبادت کی فضیلت ظاہر ہو جاتی ہے جب کہ انبیاء کرام کے وجود کا ظاہر و باطن اول وآخر حتیٰ کہ انبیاء اکرام کے وجود مسعود کا ہر ذرّہ ذرّہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتا ہے، حضرت انبیاء اکرام علیہم الصلوٰت کے ظواہر وبواطن میں کامل اتحاد رہتا ہے اس لئے ان حضرات کو کامل ترین انسان کہا گیا ہے۔

اے ذکرواذکار کرنے والو! دوستو بھائیو کوشش کرو اور ذکرواذکار کی اہمیت کو سمجھو اگر صرف زبان ہی ذکرواذکار کر رہی ہے تو اسے ادھورا اور ذکر ناقص کہتے ہیں اگر ذکر قلب کر رہا ہے اور قالب ذکر سے غافل ہے تو یہ بھی ادھورا اور تضاد ہے۔ لہٰذا ذکرواذکار ظاہر وباطن کے مکمل اتحاد بلکہ ایک جان ہو کر کرنا چاہیے تب کہیں جا کر تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ ذکر کیا ہے اور یقیناً ذکر کے اثرات سارے وجود میں جاری ہو جائیں گے اور اس وقت ذاکر کا روم روم بال بال ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اپنا ظاہر وباطن رکھتی ہے قرآن وحدیث اپنا ظاہر وباطن رکھتے ہیں ہر عبادت ہر ذکر اپنا ظاہر وباطن رکھتا ہے اگر ظاہر عالم ہے باطن جاہل ہے تو یہ تضاد ہے اور اللہ تضاد کو ہرگز پسند نہیں فرماتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو جاہل علماء سے تو صحابہ اکرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم جاہل کس طرح ہو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جاہل ہے جس کا صرف ظاہر عالم اور باطن جاہل ہو۔

اللہ اوّل ہے اور اولیت کو پسند فرماتا ہے اگر اوّلیت کو پسند نہ فرماتا تو کسی

بھی چیز کے لئے نہ کُن کہتا نہ اس کا اول ظاہر ہوتا، اللہ آخر ہے تو آخرت کو پسند فرماتا ہے۔لہٰذا قرآن میں ہر مسلمان کو آخرت کی بہتری کا حکم دیا ہے اللہ ظاہر ہے تو وہ ہر چیز کے اظہار کو پسند فرماتا ہے مظاہر کو پسند فرماتا ہے ورنہ وہ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا نہ قدرت کا، اللہ ہر چیز کے اُس اظہار کو پسند فرماتا ہے جو حق ہے۔اگر بندہ اپنے دلی نفاق کو چھپا کر زبان سے صرف حق ظاہر کر رہا ہے تو کیا اللہ پسند فرمائے گا؟ نہیں اللہ وہی پسند فرماتا ہے جو اس کے باطنی کیفیت کے مطابق حق ہو، اللہ باطن ہے اس لئے وہ باطن کی ہر اس کیفیت کو پسند فرماتا ہے جو ظاہر کے مطابق ہو، ورنہ اللہ اندر سے کچھ باہر سے کچھ کے تضاد کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ لہٰذا اے اللہ کی جانب جانے کا ارادہ رکھنے والو مذکورہ مضمون کو بار بار پڑھو ذہن نشین کرلو اور مکمل ظاہر و باطن کے اتحاد کے ساتھ ذکر و اذکار کرو انشا اللہ اللہ تمہیں ضرور ہدایت سے نوازے گا۔

فکر کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''تفکّر ساعته خیراً من عبادة الثقلین'' یعنی ایک ساعت کی فکر دونو جہاں کی عبادت سے افضل ہے۔اے اللہ کے نیک بندو! اس حدیث پاک میں دونوں عالم کی ہر چیز کی عبادت حمد وثناء اور تسبیحات سے افضل مقام فکر کو عطا کیا گیا ہے، آخر کیوں؟ یہ فکر کیا ہے؟ آخر فکر کسے کہتے ہیں؟ آیئے فکر کا معنی سمجھنے سے پہلے ایک مرتبہ اور ذکر کے اقسام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، صوفیان اکرام نے ذکر کی کئی اقسام بیان کئے جو تجربہ شدہ اور حق ہیں ذکر لسانی

ذکر قلبی ذکر روحی اور ذکر سرّی وغیرہ ان تمام اذکار کے مجموعہ کی جان کو فکر کہتے ہیں۔ فکر بھی اپنا ظاہر و باطن رکھتی ہے۔لہٰذا فکر کے تعلق سے اللہ نے بار بار قرآن میں فرمایا ہے: آخر یہ لوگ غور وفکر کیوں نہیں کرتے کسی جگہ اہل فکر کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ہم ان کے نفوس اور آفاق میں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں گے، اگر ہم ان تمام آیات میں غور وخوص کرتے ہیں تو ذکر سے زیادہ فکر کی اہمیت ملتی ہے، ذکر اگر عبادت ہے فکر عبادت کی جان ثابت ہو رہی ہے اور دونوں جہان کی عبادت سے فکر کے افضل ہونے کی خبر دی جا رہی ہے آخر یہ فکر کیا ہے؟ قدرت کی ہر تخلیق کے ساتھ قرآن کا ہر حرف ہر لفظ اپنا ظاہر و باطن رکھتا ہے، تشبیہہ اور تنزیہہ کے ساتھ ظاہر اور باطن رکھتا ہے۔لہٰذا فکر بھی اپنا ظاہر و باطن رکھتی ہے، مقام فکر اپنے وجود اور کل موجودات کے ظواہر سے بھی تعلق رکھتا ہے یہ مظاہر یا تشبیہات کا علم ہے یا ایک طرح اس کو مجاز اور فنا طلب کہہ سکتے ہیں، فکر کا باطن کل موجودات کی اصل حقیقت اور بقا طلب ہے اور حق اور حقیقت باقی کی طرف رجوع کرتی ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کل شیءٍ یرجعُ الیٰ اصله'' یعنی ہر چیز اپنے اصل کی جانب رجوع کرتی ہے یعنی ہر چیز کا مجاز فانی ہے تشبیہہ ہے یہ صرف حقیقت کو سمجھنے یا حقیقت تک پہنچنے کے لئے راستہ ہے منزل نہیں بلکہ یہ حق ہی کی طرف رجوع کرتی ہے۔

الغرض فکر کس کو کہتے ہیں؟ فکر ایک راستہ ہے جو مجاز سے شروع ہو کر حقیقت کی منزل پر ختم ہو جاتا ہے، ذکر کے تمام مجموعات کی جان یعنی ذات انسانی ہے، انسان کیا ہے؟ کیا یہ عناصر کا فانی پتلہ ہے؟ اگر یہ فانی پتلہ انسان ہے جس

کی تخلیق آتشی عناصر سے ہوئی ہے تو وہ نور تک کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ جبکہ اللہ نور ہے، نور تک نار نہیں پہنچ سکتی جب کہ یہ نور کی ضد ہے اور جمع ضدین محال ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عناصر کے لباس میں حضرت انسان پوشیدہ ہیں جو'' خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ؀ '' (التین ۹۵:۴) یعنی انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا کہ مطابق حضرت انسان نور ہیں نہ کہ نار۔'' اِنّ اللّٰـه خلقت الآدمه علیٰ صورۃالرحمن '' (حدیث قدسی) بے شک ہم نے آدم کو رحمان کی صورت پر پیدا فرمایا تو کیا رحمانی صورت فنا پذیر ہے؟ نہیں میرے بھائیو! حضرت انسان کی حقیقت اور حقیقی صورت نور ہے جس کے دیدار سے اندھے محروم ہیں، بس'' من عرف نفسه فقد عرف ربه '' کی آڑ میں پیری مریدی چلا رہے ہیں، اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے: '' اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ '' (النور ۲۴:۳۵) یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور ہر چیز کا وجود ہر چیز کی حیات اُسی کے نور کی مرہون منت ہے۔ اللہ نور ہے اور اللہ کی ذات نور ہے، انسان اگر نور ہے تو انسان کی ذات بھی نور ہونا چاہئے۔

انسان اور اس کی ذات کے مجموعہ کو کامل انسان کہتے ہیں نہ کہ عناصر کے مجموعے کو انسان کہتے ہیں، اس عناصر کے مجموعے کو جو روح عقل نفس علم عمل اور ارادہ وغیرہ دیا گیا ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ حقیقت کا مجاز ہے اگر ہم مجاز سے ذکر و عبادت اور خیرات وحسنات کرتے ہیں تو سب کچھ مجازی ہوا حقیقی کہاں؟ مانا کہ مذکورہ افعال ثواب کے مستحق تو ہو سکتے ہیں مگر حقیقت اور حق سے ناآشنا ہی رہیں گے۔

فکرِ مجاز کیا ہے؟

اللہ کا قانون اُصولِ قانون قدرت اُصولِ قدرت وفطرت میں غور وفکر کر کے عبرت کے ساتھ مجازی علم حاصل کرنے کے باوجود بھی حقیقت کی طرف سفر کرنے کا نام فکرِ مجاز ہے اور مجاز ہی حقیقت اور حق کا پختہ ثبوت ہے، مجاز ہی حقیقت کا حقیقی گواہ ہے، اگر مجاز نہ ہوتا تو منفی یعنی ہونے والی چیز اور مثبت یعنی ثابت رہنے والی شئے کا ثبوت کہاں ہوتا؟ حق اور حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ نے تشبیہی مظاہر اور مجازات کی تخلیق فرمایا ہے تا کہ انسان عالمگیر مجازی موجودات کے ذریعہ علم نافع حاصل کر سکے، دراصل کل موجودات اللہ کی علمی تصویریں ہیں، اللہ نے یہ سب کچھ ہمارے لئے پیدا فرما کر اپنے بندوں کو عبرت اور علم سے نوازا ہے تا کہ انسان مجاز سے حقیقت کی طرف سفر کرے۔ معلوم ہوا کہ مجاز تشبیہہ ہے اور حقیقت تنزیہہ ہے، تشبیہہ یا مظاہر کو ہم دیکھ سکتے ہیں دیکھ کر عبرت اور علم حاصل کر سکتے ہیں یا ہم مجاز پر تحقیق کر کے انسان کو نفع پہنچا کر کارخانہ قدرت کو جاری وساری رکھنے میں معاون ومددگار ثابت ہو سکتے ہیں، ہم مجاز کے اثرات پر تجربات کر کے منفی ومثبت کے انجام کو سمجھ سکتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا '' العلم نافع ''، یعنی علم نفع پہنچانے کا نام ہے۔ لہٰذا ہم بندوں کو چاہیے کہ انسان کو نفع پہنچانے والے مجازی علوم بھی سیکھیں اور سکھائیں۔ اگر کوئی قوم انسان کو نفع پہنچانے والے علوم سے جاہل ہے تو وہ قوم برائے نام زندہ مگر حقیقت میں مُردہ ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا '' مَن ینفع النّاس خیر النّاس ''، یعنی سب

سے بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے اب بتائیے علم وعمل کے بغیر انسان کو نفع پہنچانے والے علوم کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں اگر دواساز نہ ہوتے اور وہ مجازی علم طب میں مہارت نہ رکھتے تو کیا وہ دواساز ہو سکتے؟ اگر دواساز نہ ہوتے تو کیا طبیب ہوتے؟ اگر طبیب نہ ہوتے تو کیا بیمار صحت یاب ہوتے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے علم طب کو اہمیت نہ دی کیا وہ حکیم وطبیب نہیں تھے؟ اگر تھے تو ہمیں اس علم مجاز کے کارخانے میں نئے نئے تجربے کرنے ہوں گے اور لوگوں کو نفع پہنچانا ہوگا تا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ غلام بن جائیں۔

یادرہے یہ کارخانۂ قدرت علم مجاز کی تجربہ گاہ ہے۔لہٰذا ہر قوم کو نفع پہنچانے والے علوم سیکھنے کے لئے محنت کرنی ہوگی، ہم علم مجاز کس طرح حاصل کریں؟ علم مجاز حاصل کرنے کے لئے محکم یقین عزم صمیم کے ساتھ علم اصول علم وعمل اصول عمل کے ساتھ خالص سوچ اور سمجھ کو کائنات کی ہر مجازی چیز پر فوقیت دینی چاہیے اور دنیا کی اس مجازی تجربہ گاہ میں ہم خود بھی ہیں ہمارا مجازی جسم بھی ہے۔لہٰذا ہمیں ہمارے باطن کی قوتوں کو استعمال کرنا ہوگا کیونکہ ہمارے باطن کی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں، ان قوتوں کا اثر ہمارے وجود میں موجود عقل علم اور غور فکر پر ہوتا ہے۔مثلاً ایک طبیب کسی لاعلاج مریض کا علاج کرتا ہے تو پہلے اس کی پوری شکایتیں یا بیماریوں کی تکلیفوں کو بغور سنتا ہے اور نسخہ تجویز کرنے سے پہلے اُسے اپنی سمجھ اور سوچ کے ذریعہ تسلی نام کی دوا دیتا ہے یعنی مریض کو اپنی سوچ سمجھ کے ساتھ اسے پختہ یقین دلاتا ہے کہ یہ عارضی بیماری ہے وقتی مرض ہے۔لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور یہ بیماری چند دنوں میں دفع ہو جائے گی

اور تم مکمل صحت مند ہو جاؤ گے؟ اب یہاں مریض پر اس کی سوچ اور سمجھ کا اثر یقین کی حد تک ہو جاتا ہے اور مریض کی آدھی یا آدھی سے زیادہ بیماری صرف طبیب کی حکمت انگیز تسلی سے غائب ہو جاتی ہے اور باقی مرض کی شفایابی کا کام دوا کرتی ہے۔انسانی فطرت کے مطابق اللہ نے ارشاد فرمایا تم دعا مانگو میں قبول کرتا ہوں۔اس حکم کے تحت مریض اللہ کے دوستوں کے آستانوں کی طرف یا زندہ اولیاء اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تا کہ دوا کی ناکامی کو ان کی دعائیں دور کر کے کامیاب صحت عطا کر سکے۔

اگر طبیب ایک معمولی مرض کے تعلق سے مریض سے یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ بیماری لاعلاج اور بھیانک ہے، تو دنیا کا کوئی حکیم اس کا علاج نہیں کر سکتا۔لہٰذا تم اس علاج کی فکر چھوڑ دو کیونکہ یہ جان لیوا مرض ہے تو مریض پر طبیب کی باتوں کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ موت کی طرف بڑھنے لگتا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ مریض کے جسم سے زیادہ مریض کا یقین اور گمان بیمار ہو جاتا ہے اور وہ اسی شک میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے اگر کوئی طبیب مریض سے کہہ دے کہ یہ وہ بیماری ہے جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ تمہاری بھوک پیاس مرتی جائے گی، آہستہ آہستہ نیند غائب ہو جائے گی، آہستہ آہستہ تم پاگل ہو جاؤ گے آہستہ آہستہ تمہارے تمام اعضاء کام کرنا بند کر دیں گے تو یہ تمام باتیں دوا سے پہلے مریض میں وہی بیماریاں بنکر وجود میں آنے لگتی ہیں جن کے متعلق طبیب نے بتایا ہے اور انسان طبیب کے بتائے ہوئے بیماریوں میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے۔لہٰذا اللہ نے فرمایا میں بندے کے گمان کے ساتھ ہوں یعنی اللہ وہی کرتا ہے جو بندہ سوچتا ہے،

اگر بندہ شفاء اور زندگی کو سوچتا ہے یا گمان کرتا ہے تو اُسے صحت اور زندگی ملتی ہے اور اگر نیک گمان کی بجائے بندہ اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے تو وہ طبیب کی بتائی ہوئی بیماریوں میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے۔لہٰذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا نیک گمان کیا کرو یعنی نیک سوچا کر، نیک سوچ کی تبلیغ کرو منفی سے بچو اور مثبت کے علوم سیکھو کیونکہ اللہ نیک گمان کرنے والوں کے ساتھ ہے، اگر بندہ بدگمانی کرتا ہے تو وہ اپنے باہر کے لوگوں کو کم اور خود کو زیادہ نقصان میں مبتلا کر لیتا ہے۔لہٰذا آپ مذکورہ بحث سے فکر مجاز اور فکر کی قوتوں سے واقف ہو چکے ہوں گے۔

فکر حقیقی کیا ہے؟

''تفکّر ساعة من العبادت الثقلین''(حدیث پاک) یعنی ایک ساعت کی فکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے، یہ کونسی فکر ہے، یہ فکر کس مقام سے کی جاتی ہے آیئے حضرات ہم اس فکر حقیقی کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے: ''اِنَّ فِیْ جسد آدم مغضة المضغة فی الفواد، والفوادفی القلب، القلب فی الروح، والروح فی سرّ، السرّ فِی خَفِی، وَالْخَفِیُ فِیْ اَخفٰی، والااخفیٰ وھی ''انا'' یعنی بیشک آدم کے جسم میں ایک گوشت کا مغضہ ہے جس کا تعلق منہ کے حلقے سے ہے اور وہ منہ کا تعلق قلب سے ہے قلب کا تعلق روح سے ہے، روح کا تعلق سِرّ سے ہے اور سِرّ کا تعلق خفی سے ہے اور خفی اخفیٰ سے ہے اور اخفیٰ کا تعلق انا کے خزانے سے ہے۔اب اس حدیث پاک سے ہمیں پانچ لطائف کا علم حاصل ہوتا ہے آخری

لطیفہ ''انا'' ہے تو فکر حقیقی جو دونوں عالم کی عبادت سے بہتر ہے وہ حقیقت میں روح سے کی جاتی ہے، اب جس کو روح کا علم ہی نہ ہو وہ فکر حقیقی کا معنیٰ کیا سمجھ پائے گا؟ لہٰذا سالکین کو چاہیے کہ اپنے پیروں سے روح کا علم حاصل کرے یا روح کی معرفت حاصل کرے تب کہیں جا کر فکر کا مقام مرتبہ اور معنیٰ سمجھ میں آئے گا، روح کیا ہے وحدانیت کے سمندر سے نکلی ہوئی ایک ایسی ندی ہے جو تین راستوں سے گزر کر بہتی ہے دراصل اس بہاؤ سے ہی ہمیں ناسوت ملکوت اور جبروت کا علم حاصل ہوتا ہے۔انسان میں روح ہے اور اس کے دو گواہ ہیں بصارت اور بصیرت، جس نے بصارت اور بصیرت کی اصل کو سمجھا اور پہچانا اُس نے روح کو پہچانا، روح کو پہچاننے کا دوسرا ذریعہ بصارت سے مشاہدے میں آنے والی ہر چیز ہمیں ایک خالق کے ہونے کا پتہ دیتی ہے اور خالق نے انسان کی تخلیق فرما کر اپنا نائب مقرر کیا جس میں حیوانی خصلت کے ساتھ فرشتوں کی خصلتیں بھی رکھا ہے تا کہ انسان خود میں خیر و شر کو سمجھ کر یا تلاش کر کے خالق کی جانب راستہ متعین کر سکے، جب یہ خاک کا پتلہ خود میں قدرت اور فطرت کے کرشمات دیکھتا ہے تو اسے سب سے پہلے عقل کی معرفت ہوتی ہے، عقل کیا ہے؟ عقل ہمارے دماغ پر مسلط نفس کی باطنی صورت ہے مگر اس کی ایک ظاہری صورت بھی ہوتی ہے مگر اللہ نے اس کی ظاہری اور نظر آنے والی صورت کو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔مگر کامل پیر ان عظام نے نفس کی ظاہری صورت کے عرفان کے لئے اپنے مریدوں کو آئینے عطا کرتے آئے ہیں تا کہ وہ پیر کے عطا کردہ آئینوں میں نفس کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کر سکے، مگر نفس کی یہ ظاہری صورت ایک برزخ کی مانند ہے، نفس کی

ظاہری صورت کے باہر ناسوت ہوتا ہے اور نفس کی باطنی صورت کے ساتھ ملکوت ہوتا ہے ملکوت سے آگے جبروتی مقام ہے یہاں تک کا علم نفس اور شیطان کو ضرور ہوتا ہے کیوں کہ ناسوت ناس سے مشتق ہے ناس کا معنیٰ ہے لوگ، ملکوت عقلوں کا ملک ہے اور جبروت قوتوں کا ملک ہے۔ روح کا مقام ان تینوں مقامات سے الگ وحدانیت کے سمندر سے تعلق رکھتا ہے جب سالک تینوں مقامات میں فکر کرتا ہے تو یہ بھی فکر حقیقی نہیں کیونکہ یہ فکر روح نہیں بلکہ جسمانی عقل یعنی نفس کرتا ہے۔

جب سالک روح کی عقل سے فکر کرتا ہے تو وہ اس فکر کے ذریعہ لاھوت سے گذر کر لامکاں کے رازوں میں سے ایک راز بن جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ فکر لغات کے مطابق صرف غور وخوص کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ فکر بھی ایک ذکر ہی ہے جو روح کرتی ہے اور یہ جلی ہوتی ہے نہ خفی، جب بندے کی روح یا اللہ کہتی ہے تو لبیک یا عبدی کی آواز آتی ہے۔ اس روحانی فکر سے بندہ مقام ''انا'' تک پہنچ جاتا ہے مگر پھر بھی بندہ پن باقی رہتا ہے اس لئے حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ حلاج نے ''انا الحق'' فرمایا: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سبحانی ما اعظم شانی'' اور ''لاالٰہ الاانا'' کا نعرہ لگایا جب اس مقام پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ''لیس فی الجبتی الااللّٰہ'' فرمایا یعنی میرے جبے میں اللہ کے سوا کچھ نہیں حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ انا کے مقام پر آئے تو ''انا اقول انا السّمیع ھل فی الدّارین غیری'' یعنی میں کہتا ہوں میں سنتا ہوں اور میرے سوا دونوں جہاں میں کون ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے تو فرمایا ''ماعبدناک حق عبادتک'' یعنی ابھی میں بندہ ہوں اور حق عبادت ادا نہ

ہوا، اب یہاں بہت سے لوگوں کو عبادت کا اصلی معنیٰ بھی نہیں معلوم عبادت کا معنیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ای لیعرفون'' فرمایا یعنی اللہ کو پہچاننے کا نام عبادت ہے نہ کہ بدنی اور مالی اعمال کا نام عبادت ہے۔ الغرض جب بندہ روح سے ذکر کرتا ہے تو اُسے فکر کہتے ہیں اور یہی فکر ہی حقیقی ذکر ہے، باقی تمام اذکار حقیقت کا مجاز ہیں اور ثواب کے مستحق ہیں، مزید ہم روح کی معرفت کے تعلق سے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ خود فرماتا ہے کہ ہم نے روح کا علم بہت کم (لوگوں کو) دیا ہے۔ یہ بہت کم لوگ جو روح کی معرفت رکھتے ہیں یہ خواص کے درجہ میں آتے ہیں، سالکین ان مقامات کی معرفت اور ذکر وفکر کے مراقبات کرنے کے لئے سالک کو صحت مند صابر اور شاکر بندہ ہونا چاہیے۔

صحت امراض اور شفاء:

جاننا چاہیے کہ انسان عالم کبیر ہے اور انسان کے باہر جتنے مخلوقات یا موجودات ہیں وہ عالم صغیر ہے، عالم کبیر میں ہر چیز کی اصل اور حقیقت ہے اور عالم صغیر میں اصل کے عکوس اور مجاز ہیں یہ بیماریاں کیا ہیں؟ یہ امراض اور مصائب کیا ہیں؟ یہ سب کچھ روح کی کمزوری کے عکوس ہیں جو ہمارے جسموں میں ظاہر ہوتے ہیں یعنی اگر روح بیمار ہے تو یقیناً جسم بیمار ہو جاتا ہے، ہمہ قسم کے درد وغم آلام اور بیماریاں انسان کو گھیر لیتی ہیں، تو انسان حکیموں طبیبوں کی طرف رجوع کرتا ہے حکیم وطبیب انسان کے جسمانی بیماریوں کا علاج جسمانی دنیا کی مٹی سے اُگے ہوئے نباتات یا معدنیات سے کرتا ہے یعنی جڑی بوٹیوں اور دھات کے

بھسموں سے کرتا ہے اور بہت حد تک جسم صحت مند ہو جاتا ہے، طرح طرح کے پرہیز کرائے جاتے ہیں بیماریوں کی شناخت کے لئے نبض قارورہ چہرہ رنگ اور آنکھوں کا امتحان لیا جاتا ہے اور طبی طریقۂ علاج کے مطابق علاج بھی کرتے ہیں آخر یہ حکیم کس چیز کا علاج کرتے ہیں مٹی سے بنے ہوئے انسان کا علاج مٹی سے پیدا شدہ ادویات سے کرتے ہیں۔

مگر صوفیان اکرام یہ جانتے ہیں کہ انسان عالم کبیر ہے اور اس میں ہر چیز کی اصل موجود ہے تو وہ اپنے بیماریوں کا علاج اپنے اندر ڈھونڈ لیتے ہیں کیونکہ اصلی اور حقیقی دوائیں انسان کے اندر ہی ہیں اور ہمارے باہر اس کا مجاز ہے۔ ہمارا جسم بھی مجاز ہے اور دوائیں بھی مجاز ہیں، مجاز سے مجاز کا علاج کرنے کی بجائے حقیقت سے مجاز کا علاج کیوں ممکن نہیں؟ کیا حقیقت سے مجاز کا علاج ناممکن ہے؟ نہیں، حضرت لقمان سے ہر پتہ پتہ ہر جڑی بوٹی کلام کرتی تھی کس طرح کلام کرتی تھی؟ کیونکہ وہ نباتات کی حقیقت کو اپنے اندر ہی پہچان لیتے تھے اور باہر اُس کا موجود عکس دیکھ کر مٹی کے جسم کا علاج مٹی کے نباتات سے بھی کرتے تھے مگر ان کے طریقۂ علاج یعنی ان کے اپنے اندر موجود حقیقی دوائیوں سے وہ بخوبی واقف تھے، نبی کریم ﷺ نے علم طب سے متعلق بہت سارے معلومات فراہم کرائے ہیں اور آج تک آپ ﷺ کے تجویز شدہ نسخے انتہائی کامیاب ہیں۔ آپ ﷺ اپنی ذات میں ہر چیز کی اصل سے واقف تھے اور ظاہری عکوس اور مجاز سے بھی آشنا تھے۔

اگر آپ کی شخصیت میں موجود شفاء یا ادویات کا ثبوت چاہتے ہیں تو کسی

لیموں یا اِملی کھاتے ہوئے انسان کو دیکھئے، دیکھتے ہی دیکھنے والے کے منہ میں پانی آئے گا بعض لوگوں کو اچھے پکوان دیکھتے ہی منہ میں پانی آنے لگتا ہے، یہ پانی کیوں آتا ہے کیونکہ آپ کے اندر لیموں اِملی یا بہترین غذا کی اصل موجود ہے اور آپ ان اشیاء کو جیسے ہی دیکھتے ہی وہ آپ کی سوچ بنکر آپ میں داخل ہو کر مذکورہ دیکھی ہوئی اشیاء کی حقیقت کو بیدار کرتی ہے۔ آپ کی سوچ آپ کے لئے بہترین اُستاد بہترین دوست اور طبیب بھی ہے کیوں کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ میں بندے کے گمان کے ساتھ ہوں گمان یعنی آپ کی سوچ اگر آپ کی سوچ مریض ہے تو یقیناً آپ کے جسم پر اس کا اثر ظاہر ہوگا اگر آپ کی سوچ صحت مند ہے تو آپ کی صحت پر اس کا اثر ضرور پڑے گا۔ آپ کی سوچ اگر منفی ہے تو آپ کی صحت پر منفی اثرات ضرور ظاہر ہوں گے آپ کی سوچ اگر مثبت ہے تو آپ کی صحت پر مثبت اثرات ظاہر ہوں گے، اگر آپ اپنی سوچ کی قوت کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے من پسند پھل کے متعلق سوچیں مثلاً آم کو آپ سوچیں اور دیکھیں کہ آپ کے آنگن میں آپ نے آم کا ایک پودا لگایا ہے اور وہ پودہ جوان پیڑ بن چکا ہے اس میں پھول اور چند دنوں کے بعد پھل لگ چکے ہیں اگر آپ کچے آم پسند نہیں کرتے تو ان کچے آموں کو توڑ کر اُسے پوری طرح گھر میں پکنے دیجئے پھر اُس آم کو چھیل کر یا خاشیں بنا کر پوری لذت لیتے ہوئے کھایئے پورا آم کھانے کے بعد اپنی زبان کو چکھ کر دیکھئے آپ کو یقیناً میٹھا ذائقہ محسوس ہوگا اگر آپ کچے آم کھائے تو ترش ذائقہ حاصل ہوگا اگر آپ صرف اس کے پتے کھائے ہیں تو پھیکا ذائقہ محسوس کریں گے۔

اسی طرح آپ کسی بھی سبزی یا سبزی میں کریلا ملا کر کھایئے تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے چباتے جایئے اور سوچتے جایئے تو تھوڑی دیر میں کریلے کا کڑواپن آپ اپنی زبان پر محسوس کریں گے، اگر آپ کٹے ہوئے لیموں کو صرف دیکھ بھی لیں اور دیکھنے کے بعد جو سوچ آپ کے دماغ میں پیدا ہوگی وہ آپ کے زبان میں کچھ کھٹا پن محسوس کرائے گی، اسی طرح شکر یا نمک بھی اپنی سوچ کے مطابق کھا رہے ہیں یا ذائقہ کو آزما رہے ہیں تو یقیناً آپ کی زبان گواہی دے گی کہ آپ نے کیا کھایا ہے، معلوم ہوا کہ یہ گمان یا سوچ انسان کے لئے اللہ کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے اس نعمت کا استعمال اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے مثبت طریقے سے کرتے ہیں تو آپ کو ادویات سے زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

معلوم ہوا کہ آپ کے اندر کی ہر چیز کی حقیقی اصل ہے اور آپ کے باہر حقیقت کا مجاز ہے، اسی طریقۂ علاج کے مطابق اگر عبادت کرتے ہیں تو آپ کی سوچ صحت مند ہو جائے گی مکمل یکسوئی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو روح یقیناً قوی ہو جائے گی اگر آپ کا جسم بیمار ہے تو اپنے اندر ہی پہلے دوا اور شفاء تلاش کر لیجئے، مثلاً آپ کو ذیابطیش کی شکایت ہے تو کم از کم پندرہ منٹ تک آپ آنکھ بند کر کے آپ ذیابطیش کا تیر ہدف نسخہ تلاش کیجیے خواہ وہ بے نام ہی سہی یا آپ اس کا نام جانتے ہوں، تب بھی آپ اپنے تلاش کئے ہوئے یا سوچے ہوئے نسخے یا جڑی بوٹی یا دوا کو کھاتے جایئے وہ دوا آپ کو بہت حد تک کڑوی محسوس ہوگی اس کے پتے جڑی بوٹی وغیرہ کھاتے جایئے اور سوچتے جایئے کہ یہ جو بیماری یا ذیابطیش جو مجھ پر حملہ آور ہوئی ہے وہ میری تجویز کردہ دوا سے ہار کر جل رہی ہے، مٹ رہی

ہے یا آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے اسی عمل کو آپ دن میں دوبارہ دُہرا سکتے ہیں پھر چند دنوں کے اندر اس کے اثرات نمودار ہوں گے مگر طبیب کی دی ہوئی دوا بھی نہ چھوڑیے اور اگر چھوڑنا ہے تو طبیب کی اجازت سے چھوڑیے۔

اسی طرح اگر آپ کو تیز دوران خون کا مرض ہے تو آپ آنکھ بند کر کے سوچتے جایئے کہ نمک میرے لئے بے اثر ہو چکا ہے اب مجھ میں نمک کی مقدار ضرورت کے مطابق رہ گئی اور خون کا تصفیہ ہو چکا ہے (یعنی آپ کا خون نمک کے مضر اثرات سے پاک ہو چکا ہے) اور اس کے ساتھ جتنے زہریلے مادّے میرے خون میں تھے وہ سب کچھ میرے اندر کی دوا سے جل چکے ہیں جل رہے ہیں اور میں پوری طرح صحت یاب ہو چکا ہوں، چند دن اس عمل کو صبح وشام دہرایئے پھر دیکھئے کہ آپ کی تمام بیماریوں کا اصلی اور حقیقی علاج اور شفاء تو اللہ نے آپ کے اندر ہی رکھی ہے بس آپ کا گمان یعنی سوچ مضبوط ہونا چاہیے، اے بیمار دوستو! اپنی ہر بیماری کا علاج اور شفائے حقیقی تو آپ کے اندر ہے اور آپ کے باہر حقیقت کا مجاز ہے، مجاز سے ضرور کام لیجئے مجازی علاج کو ترک کرنا بھی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے اگر آپ کا یقین اور سوچ مضبوط ہے تو بڑی سے بڑی بیماری کا علاج ہو جاتا ہے مزید اگر آپ اپنے گمان یا سوچ کی طاقت کا اثر دیکھنا چاہتے ہیں یا آپ اپنے ہاتھ پاؤں کندھے سینے میں جلن ٹھنڈک یا درد محسوس کرنا چاہتے ہیں جب کہ آپ تندرست ہیں اس کے باوجود بھی اگر آپ اپنے ہاتھ یا ہتھیلی کو آنکھ بند کر کے سوچیں کہ میری ہتھیلی یا ہاتھ پر آگ کا شعلہ رکھا ہوا ہے یا آپ جلن محسوس کرنا چاہتے ہیں تو تھوڑی دیر تک آنکھ بند کر کے سوچیں کہ میرے ہاتھ میں

اچانک جلن محسوس ہو رہی ہے، یہ جلن قابل برداشت تو ہے مگر یہ بڑھ جائے تو ممکن ہے میرا ہاتھ اس درد و جلن کی شدت کو برداشت نہ کر سکے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کی سوچ کے اثرات آپ کے چنے ہوئے اعضاء پر کس طرح اثر دکھاتے ہیں اگر آپ کی سوچ جلن پیدا کر سکتی یا درد پیدا کر سکتی ہے تو حقیقی جلن اور درد کو شفاء کیوں نہیں دے سکتی؟ اگر آپ کی سوچ آپ کو بیمار کر سکتی ہے تو آپ کی سوچ آپ کو شفاء بھی دے سکتی ہے اس لئے اے بھائیو اگر آپ صحت مند بنکر اللہ کی جانب سفر کرنا چاہتے ہیں تو آپ عالم کبیر ہیں اپنے اندر ہی اپنی علاج پذیر یا لا علاج بیماریوں کا علاج ڈھونڈ یئے اگر سو فیصد یہ طریقۂ علاج آپ کے کام نہیں آ رہا ہے تو یقیناً پچاس فیصد تو یہ طریقۂ علاج ضرور کام آئے گا، آپ نے سنا ہوگا پرانے زمانے کے لوگ بڑی عمر کو پہنچ کر یا بوڑھے ہو کر پھر جوانی کی منزل میں لوٹ آتے تھے اسے کایا کلپ کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کافی عمر رسیدہ ایک بوڑھی ولیا سے ملنے گئے اور جب وہ ولیا آپ کے سامنے آئیں تو آپ جواں عمر نظر آ رہی تھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ کافی عمر رسیدہ اور بڑھیا ہیں مگر یہ کیا کہ میں آپ کو جوان دیکھ رہا ہوں تو اُس ولی نے جواب میں اللہ کا شکر ادا کیا، یہ سب کیا ہے؟ اپنے ہی اندر موجود ادویات کا کمال ہے جو بچے کو جوان جوان کو بوڑھا یا بوڑھے کو جوان یا بچہ بنا دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہونے کے لئے آپ کی گلی میں گئے اور کچھ لوگوں سے پوچھا کہ حضرت بختیار

کاکی رحمۃ اللہ علیہ کہاں رہتے ہیں ایک شخص نے کہا دیکھئے وہ جو بچوں کے ساتھ میدان میں کھیل رہا ہے وہی بچہ بختیار کاکی ہے تو آپ کو تعجب ہوا تو دور سے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور اپنے گھر کے اندر گئے اور تھوڑی دیر میں کافی عمر رسیدہ بزرگ بن کر باہر آئے اور حضرت فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: اے فرید! کیا یہ بختیار (رحمۃ اللہ علیہ) چلے گا؟ حضرت فرید الدین حیران ہو گئے۔ یہ سب کیا ہے ہمارے ہی اندر موجود ادویات کا اثر ہے اسی زُمرے کے حضرات میں حضرت بدیع الدین زندہ شاہ مدار کی عمر تقریباً چار سو سال کی رہی ہے، یہ سب کچھ کیا ہے ہماری سوچ کے ذریعہ ہمارے اندر موجود ادویات کے استعمال کا نتیجہ ہے اور اسی کو کرامت بھی کہتے ہیں بشرطیکہ یہ خالص اللہ کے حکم سے ہو ورنہ اس کو استدراج بھی کہتے ہیں۔

سالکین راہِ خدا کو چاہیے کہ وہ صحت مند رہنے کی کوشش کریں ظاہری غذا کم اور باطنی غذا زیادہ کھایئے، جسم سے زیادہ روح کو صحت مند رکھنے کی کوشش کریں، اگر جسم بیمار ہے تو لوگوں پر بوجھ ہے اگر روح بیمار ہے تو جسم پر بوجھ ہے۔ لہٰذا سالک کو جسمانی اور روحانی صحت کے ساتھ صابر شکر گزار مثبت سوچ رکھنے والا ہونا چاہیے تاکہ جسم اور روح صحت مند رہے۔

جسم اور روح کی صحت کا راز:

جسم کو حواس خمسہ ظاہری اور روح کو حواسِ خمسہ باطنی حاصل رہتے ہیں، اگر کوئی اللہ کا بندہ جسم اور روح کو صحت مند رکھنا چاہتا ہے تو مندرجہ ذیل باتوں کا

خاص خیال رکھیں۔

(ا) غذا میں اعتدال کا خیال رکھیں اور پرہیز کی حد تک صرف جینے کیلئے کھائیں اور کھانے کے لئے نہ جئیں کیونکہ ہم انسان ہیں، وقت کی پابندی کے ساتھ صبح کا ناشتہ تین چوتھائی غذا سے کریں جو زود ہضم ہو، اگر چہ کہ سخت محنت مزدوری ہی کرتے ہو کچھ دیر ہضم غذا بھی کھا سکتے ہیں، دوپہر کا کھانا جسمانی محنت کرنے والا ساٹھ فیصد تک کھائے مگر زود ہضم ہو، رات کا کھانا ۵۰ ر فیصد کھائیں باقی پانی سے شکم سیر ہوجائیں کھانے میں گوشت، مچھلی اور انڈا وغیرہ کا استعمال دوا کی مانند کریں تاکہ جسم کو ضروری حیاتین میسر آسکیں، محنت کش لوگ خواہ ملازمت ہو یا جسمانی محنت پوری ایمانداری کے ساتھ کریں اور یہ ایمان رکھیں کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ ہر جگہ میرے ساتھ حاضر و ناظر ہیں اگر ہماری محنت میں ایک روپیہ بھی غفلت کا شامل ہوجاتا ہے تو ساری کمائی حرام اور حلال کا مجموعہ بن جاتی ہے اور اس پیسے سے خریدی ہوئی غذا بھی آمیزش سے پاک نہیں ہوتی بلکہ اپنا مکمل اثر دکھاتی ہے۔ حلال کی غذا کھانے سے ہمارے خون میں گردش کرنے والا شیطان اور اس کی ذرّیت کمزور ہوجاتی ہے اور بہت سارے وسوسے ختم ہوجاتے ہیں، اگر آپ متبع شریعت ہو تو شرعی احکام پر مکمل عمل کریں، جس سے نفسانی مرض کا حملہ نہیں ہوتا، اگر کسی پیر کے مرید ہو تو پیر کی ہدایت پر مکمل عمل کریں۔ نیند بھی محنت اور صحت کے مطابق بلا وسوسہ کریں، اگر وسوسوں کو رفع کرنا چاہتے ہیں تو وضو کے ساتھ سوئیں، حتیٰ لامکاں سواری کے بجائے پیدل چلنے کی عادت ڈالیں اگر نیند میں خلل پیدا ہو رہا ہو یا خواب نظر آرہے ہیں تو پیٹ کا تصفیہ کرنے کے لئے صفرہ

نکال دیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ ۱۰ ر گلاس پانی نیم گرم کرکے اس میں آدھا چمچہ نمک حل کرکے نہار منہ پانچ یا چھے گلاس پانی پی کر آہستہ سے قئے کریں صفرہ خارج ہوجائے گا پھر یہی عمل دو تین گلاس پانی پی کر دُہرائیں رہا سہا صفرہ بھی خارج ہوجائے گا پھر دو گھنٹے بعد ہلکا سا ناشتہ اور بقیہ دو وقتوں کا کھانا مذکورہ ہدایات کی مانند کھائیں (یہ نسخہ طب نبوی میں بھی مرقوم ہے چاہے تو دیکھ لیں)۔ لہٰذا یہ عمل مہینے میں دو مرتبہ ضرور کریں، فضول عادتوں سے مکمل پرہیز کریں، وقت پر سونے اور جاگنے کی پختہ عادت ڈال لیں، پانی سے ستر قسم کی بیماریاں آتی ہیں پانی کا خاص خیال رکھیں، اگر معمولی یا غیر معمولی مرض کا حملہ ہوتا ہے تو فوراً علاج کی طرف رجوع کریں یا حاذق طبیب سے ملیں، جسم کی صحت کا راز شریعت میں ہے۔ لہٰذا شریعت کے پابند رہیں، ظاہری حواس خمسہ مکمل اتحاد کے ساتھ کام کریں گے۔

روحانی امراض کا علاج:

کم بولیں اور کم سوئیں، فضول گپ شپ حرام ہے کسی بھی شیطانی تماشہ گاہ میں ہرگز نہ جائیں فضول دوستوں کے تعلقات کا اثر براہ راست نفس پر اور نفس کے ذریعہ روح تک پہنچتا ہے اور روح کمزور ہوجاتی ہے شریعت نے جن امور کو حرام قرار دیا ہے اُن باتوں کو کفر سمجھ کر پرہیز کریں، مرد و زن کے اختلاط کی مجلسوں میں ہرگز نہ جائیں، عمر اور محنت کے مطابق اپنے پیر کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں ورنہ اس کے برعکس جو بھی راستہ جاتا ہے اُسے شیطانی فریب سمجھیں، نفسانی

مرغوبات سے پرہیز کریں، گھر ہو یا معاشرہ جہاں شریعت کے خلاف چغل خوری، بیہودہ باتیں، حسد جلن کینہ اور کپٹ کی باتیں ہوتی ہیں اس کو شیطان کا اڈا سمجھیں۔ ایسے کام ہرگز نہ کریں جس کی اجازت شریعت نہ دیتی ہو کیونکہ جب جسم ایسے امور کو قبول کرتا ہے تو اس کا اثر نفس پر پڑتا ہے اور بذریعہ نفس اس کا حملہ حواس خمسہ باطنی پر ہوتا ہے تو روح کمزور ہو جاتی ہے۔ اونچی آواز میں بات کرنے والوں اور نوحہ گروں کی محفل میں نہ بیٹھیں چلا چلا کر وعظ و بیان کرنے والوں سے پرہیز کریں کیونکہ یہ آوازیں جب ظاہری حواس خمسہ کو متاثر کرتی ہیں تو باطنی حواس خمسہ بیمار ہو جاتے ہیں اور روح کمزور ہو جاتی ہے، ناشکرے، بے صبر، فضول فکر وغم میں مشغول، مایوس، رحمت سے نا اُمید زندگی سے بیزار مردہ لہجے میں بات کرنے والے کو اپنے حواس ظاہری و باطنی کا دشمن سمجھیں کیونکہ مذکورہ تمام خرافات کا اثر براہِ راست آپ کے ظاہری و باطنی حواس خمسہ پر پڑتا ہے جس کے نتیجے میں آپ کی سوچ بیمار ہو جائے گی اور یقین میں ضعف پیدا ہو کر آپ کا نصبُ العین فوت ہو جائے گا، زور۔زور سے گانے بجانے چیخنے چلانے والوں، بات بات پر یا معمولی بیماری پر رونے والوں کو بھی اپنے حواس ظاہری و باطنی کا دشمن تصور کریں، ایسے نظارے چہل قدمی یا سیر و تفریح کے نام پر ہرگز نہ دیکھیں جس سے آپ کے حواس میں ہیجان پیدا ہو، غیر ضروری مختصر یا لمبے سفر پر وقت گزاری کی نیت سے ہرگز نہ جائیں ورنہ آپ کے حواس خمسہ ظاہری اس بری علت کے شکار ہو کر آپ میں منفی سوچ پیدا کریں گے، خواہ وہ حج عمرہ کی نیت ہی کیوں نہ ہوں، ان امور میں نبی کریم ﷺ کے اعمال کو یاد کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ ایک حج فرض

اور چار عمرے کئے ہیں ایک سے زیادہ حج کر کے نبی کریم ﷺ کے پاک ترین اعمال پر فوقیت لے جانے کی کوشش ہرگز نہ کریں، خود کو حاجی یا الحاج کے لقب سے ہرگز ملقب نہ کریں ورنہ یہ ریا ہوگی اور ریا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور ہم نے تو ہم سے پہلے گزرے ہوئے اکابرین میں سے کسی کے نام کے ساتھ لفظ حاجی منسوب ہوتا ہوا نہ دیکھا نہ کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ ایسی ریا کار باتیں نہ ہمارے زمانے میں ملی ہیں، نمائشی جلسوں میں، جلوس میں شادی و بیاہ میں وعظ و پند کی محفلوں سے گریز کریں کہ مذکورہ نمائشوں میں شرکت کرنے سے آپ کا دین ایمان مزاج اور حواس خمسہ عقل وغیرہ نمائش پسند ہو کر بیمار ہو جائیں گے، یاد رکھیں آپ جو دیکھتے سنتے بولتے اور کرتے ہیں اُن تمام حرکتوں کے اثرات تمہاری سوچ بن کر تمہارے دماغ میں داخل ہو کر تمہاری سوچ کے ساتھ ساتھ تمہارے حواس خمسہ ظاہری و باطنی کو بھی بیمار کر دیں گی۔اے لوگو اپنے باہر کے منفی اثرات کو اپنے دماغ میں ہرگز جگہ نہ دو ورنہ وہ تمہارے حواس کو کھوکھلا کر کے جسم کو بیمار کر دیں گے، بیوہ یا کنواری عورتوں کو نہ بغور دیکھیں نہ ان کی باتیں بغور سنیں نہ اُنہیں جھوٹے دلاسے دیں۔اس کے بدلے میں دور بہت دور سے ان کا سامنا کئے بغیر اگر آپ ان کی مدد کرنا چاہیں تو ضرور کریں اگر آپ کا ارادہ نکاح کا ہے تو شریعت کے مطابق پیغام بھیجیں، براہِ راست پیغام ہرگز نہ دیں خصوصاً صنف نسواں ضعیف العقل ہوتی ہے۔لہٰذا اپنی عیاری سے اُس پر گناہگار حملہ نہ کریں، اگر وہ پردہ پسند نہیں ہے تو اس سے خود پردہ کر لیں، کسی بھی نامحرم عورت سے مصافحہ اور مجالست نہ کریں کیونکہ یہ حرام بھی ہے اور اس کے اثرات

آپ میں لذت کے ساتھ داخل ہوکر آپ کو منفی سوچ میں مبتلا کر کے آپ کے حواس خمسہ کے ساتھ آپ کی سوچ کو بیمار کردیں گے۔لہٰذا اپنے پیروں کے طرز عمل کے مطابق زندگی گذاریں، اگر آپ کا پیر کامل ہے تو یقیناً وہ تمہارے لئے وہ آئینہ ثابت ہوگا جس میں اللہ کا دیدار میسر آتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے: **المؤمن مرأة المؤمن!** مومن،مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور اللہ کا ایک صفتی نام مومن ہے۔اگر کوئی سالک اس مضمون کو بغور پڑھ کر اپنی زندگی گزارنے کا پختہ عزم کرلیتا ہے وہ انشاء اللہ ایک دن ضرور اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

مراقبات کیا ہیں اور کس طرح کریں؟

مراقبہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر بندہ اپنے مالکِ حقیقی تک رسائی حاصل کرلیتا ہے، ویسے تو بزرگوں نے مراقبات کے کئی طریقے وضع کئے ہیں۔ لہٰذا ان میں تمام مراقبات کی اصل چار اقسام میں منقسم ہے۔

(۱) مراقبۂ نفسی
(۲) مراقبۂ قلبی
(۳) مراقبۂ روحی
(۴) مراقبۂ سری

(۱) مراقبۂ نفسی :

ایک ایسا کمرہ اپنے لئے متعین کرلیں جہاں باہری آوازیں نہ آنے پائیں یا ایسی جگہ اپنا کمرہ بنالیں جہاں شوروغل نوحہ اور گانے بجانے کی آوازیں نہ

آتی ہوں، اب شریعت کے مطابق احکام پر عمل کرکے آسان نشست یا بیٹھک اختیار کر کے مضبوطی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے اپنی سانسوں پر توجہ دیں ہر آنے جانے والی سانس آپ کو **ھو ھو** کہتی ہوئی ملے گی بس اس اسم اللہ ذات ھو پر مکمل تصور کریں کہ یہ اسم اللہ ذات ھو آپ کی سانس کے ذریعہ مع دماغ آپ کے پورے وجود میں جاری ہو چکا ہے، اسم ذات **ھو** کے نور کو رفتہ رفتہ آپ کا دماغ عقل اور پورہ جسم چند روز میں قبول کرلے گا، سانس کو تنفس کہتے ہیں اور اِس تنفس سے آپ کا نفس زندہ ہے، اگر یہ عمل آپ چالیس دن تک کرتے ہیں تو نفس کا تزکیہ ہوجائے گا اِس مراقبہ کے اثرات سے آپ کے دماغ میں موجود تمام منفی سوچ کی فوجیں جل کر خاکستر ہوجائیں گی اور آپ میں مثبت اثرات یقیناً پیدا ہوں گے، یہی وہ مثبت اثرات ہیں جس کے باعث آپ اپنے لئے اور معاشرے کے لئے ایک بہترین انسان ثابت ہوں گے۔

(۲) مراقبۂ قلبی :

قلب وہ نہیں جو سینے میں دھڑکتا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہے بلکہ قلب رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، جس پر حدیث پاک دال ہے۔اس قلب کی کی پہچان کامل حضرات ضرور کراتے ہیں، اس قلب کے دو گواہ ہوتے ہیں ایک بصیرت اور دوسرا بصارت، اِن دو گواہوں سے حاصل کیا ہوا قلب ہی مراقبۂ قلبی کے قابل ہوتا ہے، یہ قلب کیا ہے خود اِسم اللہ ذات کا مظہر ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے: ''**لایذکر الااللّٰہ**'' یعنی اللہ کو اللہ کے سوا کوئی یاد نہیں کرسکتا، معلوم ہوا کہ اللہ کو اللہ ہی کے یاد کرنے کو مراقبۂ قلبی کہتے ہیں، اندھے کو کیا خبر کہ آئینہ کیا ہوتا ہے۔

خیر بندہ جب اس قلب کے ذریعہ مراقبہ کرتا ہے یعنی قلب سے ہی قلب کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو اس کا قلب ''قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالی ''یعنی مؤمن کا قلب اللہ کا عرش ہے کہ مقام پر آجاتا ہے، اگر ایسا قلب سالک کو میسر آتا ہے تو پہلے وہ سالک کے مرتبہ میں تھا اب مرید کے مرتبہ پر آجائے گا، جب بندہ اس مرتبہ پر آتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کی حقیقت اس پر ظاہر ہوجاتی ہے، اسی قلب سے وہ لوح محفوظ کو پڑھتا ہے، الہام قبول کرتا ہے اور حواسِ خمسہ باطنی کو بیدار رکھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(۳) مراقبۂ روحی :

جب مرید مراقبۂ قلب کی کیفیت سے واقف ہوتا ہے تو روح بھی آواز بلیٰ بلیٰ مست مست ہوجاتی ہے اور مستی کے عالم میں رقص کرتی ہوئی توحید کے سمندر میں غوطہ لگا کر ہر چیز کی اصل سے واقف ہوجاتی ہے توحید کا بحرِ بے کراں ہی روح کا اصلی مسکن ہے، عام انسان کی روح توحید کے سمندر سے بچھڑ کر تین نالیوں میں بھٹکتی رہتی ہے۔ اِس مقام پر اللہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہتا ہے اور روح بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگاتی ہے اور ان نعروں کے ساتھ انتہائی طاقتور ہوجاتی ہے اور اوّل آخر ظاہر اور باطن کی تمام حقائق کا مشاہدہ کرتی ہے اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ وفا کرتی ہے۔ پھر اللہ کی نوازشات کی ممنون ہوکر اُس کے دیدار میں محو ہوجاتی ہے، روح کیا ہے یہ نور ہے اور مقام نور اور توحید میں مست ہوجاتی ہے۔

(۴) مراقبۂ سرّی :

جب بندہ اپنی روح کو اپنے قلب کی شکل میں یا ایک موتی کی شکل میں

دیکھتا ہے یا قلب اور روح کی دوئی مٹ جاتی ہے تو اِس اتصال سے قلب میں پوشیدہ بندے کی ذات روح پر سوار ہوکر یا قلب وذات یک رنگ ہوکر سفر کرتے ہوئے اسم اللہ ذات کے مقام سے گذر کر اللہ کی ذات میں فنا کو فنا کرکے بقا باللّٰہ ات ہوجاتی ہے اور اس مقام کو ''اذاتمّ الفقر فھو اللّٰہ '' یعنی جب فقر تمام ہوجاتا ہے تو وہی اللہ ہے کہ مرتبہ پر انسان آجاتا ہے۔ مذکورہ چاروں مراقبوں میں تصور کی انتہائی اہمیت ہے، تصور کیا ہے یہ تصور خود ایک صورت سوچ فکر منزل تک پہنچانے والا رہبر ہے۔ ان مراقبات میں مراقبۂ نفس اکثر ہندو جوگی کرتے ہیں ان کے ساتھ مسلمان بھی کرتے ہیں۔ اس مقام سے کرامتوں کا اظہار ہوتا ہے یہ کوئی بڑا مقام نہیں کیونکہ یہ نفس کا استدراج ہے اگر نفس مؤمن بن کر صرف اللہ کے حکم سے انسانی عادت کے خلاف کوئی کارنامہ دکھاتا ہے تو کرامت کہتے ہیں ورنہ وہ اپنی اَنَا کے لئے اپنی شہرت کے لئے اپنی قوت کا اظہار کرتا ہے تو اِسے استدراج یا جادو کہتے ہیں اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے: ''الاستقامت فوق الکرامۃ'' یعنی استقامت کرامت سے افضل ہے کیونکہ اللہ نے نفس کے قابو میں ملکوتی عقلوں کو رکھا ہے اور جب بھی نفس کرامت دکھانا چاہتا ہے تو اپنے قابو میں رکھی ہوئی کسی بھی عقل کو صورتاً پیش کرتا ہے تو تمام لوگ حیران ہوکر اُسے کرامت سمجھنے لگتے ہیں جب کہ یہ استدراج ہوتا ہے۔ اِس مقام کے علاوہ دیگر تین مراتب کے مراقبات کے لئے کامل پیر کا ہونا اشد ضروری ہوتا ہے ورنہ سالک مجذوب ہوکر رہ جائے گا، اس لئے اللہ نے کامل پیر کے تعلق سے فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾

(المائدہ۵:۳۵، پارہ۶)

’’اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (سفر کرنے کے لئے کامل پیر کا وہ) وسیلہ تلاش کرو جو تمہیں اللہ کی راہ میں (ذکر فکر اور مراقبات کے ذریعے) جدوجہد کرنا سکھا دے تب کہیں جا کر ممکن ہے تم کامیاب ہو جاؤ۔‘‘

یاد رکھو! یہ مطالبہ ایمان والوں سے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ بندے کو مکمل ایمان لانے کے بعد اُس کی طرف سفر کا عزم کرنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ کامل پیران عظام اپنے مریدوں کو ان چار مراقبات میں مصروف کرانے سے پہلے ان چار اذکار یعنی ذکرِ نفسی، ذکرِ قلبی، ذکرِ روحی اور ذکرِ سرّی کراتے ہیں تا کہ سالک کو ذکر واذکار کے ساتھ مراقبات کی اہمیت اور افادیت معلوم ہو جائے اور حوصلہ بھی ہو جائے ورنہ ان مذکورہ اذکار کے بغیر ہم اگر اپنے مرید کو براہِ راست مراقبات میں مصروف کراتے ہیں تو وہ کم حوصلگی کے باعث ممکن ہے وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے۔

☆☆☆

باب سوم

جنگ اور صلح

کیا تو جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ، تمام انبیاء، تمام اولیاء اور تمام کامل انسان امن پسند، صلح پسند فلاح پسند اور انسانیت نواز گزرے ہیں کیونکہ مذکورہ تمام حضرات جنگ اور صلح کی حقیقت سے آشنا تھے۔ کیا تو جنگ اور صلح کی حقیقت جانتا ہے، کیا تجھے جنگ اور صلح کی اصل کا علم ہے؟ یہ عقل کہاں سے جاری ہوتی ہے اس کی اصل کیا ہے؟ وہ تو تیری آنکھیں ہیں جو نور سے تعلق رکھتی ہیں یہ تیری سنکی عقل نے خود کے مفاد کو حاصل کرنے کا نام جنگ رکھ لیا ہے، تیری مٹی کی عقل خود کے فائدے کے لئے صلح کو قبول کرتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے بھی ہمیشہ جنگ اور صلح میں مشغول رہتے ہیں، اولیاء اللہ بھی ہمیشہ نفس کے خلاف جنگ کرتے رہتے ہیں، مظلوموں کی حمایت میں آواز اٹھاتے ہیں، کامل انسانوں کی جنگ نفس کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ نفس اس دل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جو رحمٰن کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے۔ حدیث پاک ﷺ ہے: کاملین کی جنگ اور صلح رحمٰن کے دو انگلیوں کے درمیان والے دل کی نگرانی کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ زن، زیور اور زمین کے لئے۔

رحمٰن کے دوانگلیوں کی حقیقت:

رحمٰن کے دوانگلیوں کی حقیقت ومعرفت کیا ہے؟اس حدیث پاک سے کیا مقام مراد ہے، یہ تیرے اندرکہاں ہے؟اگرتو اس حقیقت کونہیں پہچانتا تو تجھے عارف کس طرح کہہ سکتے ہیں، تجھے پیر کس طرح کہہ سکتے ہیں؟اگر تجھے رحمٰن کی دوانگلیوں کا پتہ حاصل نہیں تو تو اس دل کا پتہ کس طرح پائے گا،تو دل اور دل کی حقیقت کس طرح پائے گا،کیا گوشت کے لوتھڑے کودل مان کرعبادت کرے گا؟ خناس کے گھر کو دل مان کرعبادت کرے گا؟وسوسوں کی آمیزش کے ساتھ ذکر کرے گا؟اے اللہ کے بندے تو سراسر جسم ہے جسمانی دنیامیں بھٹک رہا ہے، دل تو رحمٰن کی دوانگلیوں کے درمیان ہے،دل ایک نور ہے۔حدیث پاک ہے: ’’قلوب المؤمنین عرش اللّٰہ تعالٰی ‘‘ ’’اللہ کاعرش مئومنوں کے قلوب سے متعلق ہے‘‘ ایک اورحدیث پاک ہے: قلب الانسان بیت الرحمٰن. ’’یعنی انسان کا دل اللہ کا گھر ہے‘‘ اے اللہ کے بندے اس زمین پر جواللہ کا گھر ہے وہ انسان کا بنایا ہوا ہے مگر انسان کا دل خود اللہ نے بنایا ہے،اب خود فیصلہ کر کے بتا کہ انسان کا بنایا ہوا گھر افضل ہے یااللہ کاتعمیر کردہ گھر افضل ہے؟رحمٰن کی دوانگلیوں والے دلوں کو دکھا کر،توڑ کرانسان کے تعمیر کردہ گھر کا تو ہزار بارحج کرلے سب کچھ برباد ہے،بے سود ہے۔رحمٰن کے دوانگلیوں کے درمیان والے قلب کی قدر کر وہ تیرے ہی اندر ہے،تو اندھا ہے تو نے دنیا کے سوااپنے مفاد کے سوا خود کوکبھی دیکھا ہی نہیں ۔ تو اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ (الانعام ۶:۷۹) پڑھتا ہے،کبھی اپنا چہرہ دیکھ لے آنکھیں دیکھ لے پھرغور کر۔اے نام نہاد پیرو!اپنے مریدوں کی تربیت کرو،اللہ کے رازوں کا علم سکھاؤ،اپنے مریدوں کو مرتبۂ انسانیت پر لاؤ، جادوٹونے تعویذ گنڈوں میں مت اُلجھاؤ،اپنا فرض ادا کرو،اگرتم واقعی پیر ہو تو اپنے مریدوں کو رحمٰن کے دوانگلیوں کے درمیان والے دل کا دیدار کراؤ،ممکن ہےان بھولے بھالے مریدوں کووہ دل میسرآجائے جوعرش کا قائم مقام ہے۔

عناصر کے مزاج

یہ عناصر کا پتلہ ہرلمحہ ہرآن ایک جنگ میں مصروف ہے۔علمی جنگ،عملی جنگ،طبعی جنگ،قولی جنگ میں مصروف ہے۔اس حال میں اس میدانِ کارزار میں آخر ایک سالک ذکر کی تلوار سے،فکر کے ہتھیار سے کب تک تنہا لڑے گا؟ انسان کے جسم کا ہرعنصر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کررہا ہے،ایک دوسرے پرغلبہ پانے کی کوشش کررہا ہے،اس میدانِ کارزار میں دل کا نور گردآلود ہورہا ہے دل ٹوٹ رہے ہیں،ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے ہیں،اس حال میں کیا پیری کیا مریدی دونوں بدنام ہورہے ہیں۔عناصر کی فطری جنگ میں صلح ممکن نہیں ہے، جسم کیساتھ صلح ممکن نہیں ہے،قلب کے ساتھ صلح کرلے اوراللہ کے حوالے ہوجا۔

اے سالک!تو خود کے خاکی وجود پرغور کر تیری سوچ وفکر کی فوجیں،ہر لمحہ بدلتے حال واحوال کی فوجیں،تیرے عناصر کی فوجیں تیرے اندرایک بھیانک جنگ چھیڑی ہوئی ہیں۔لہٰذا تو اپنے اندر چھڑی ہوئی جنگوں کا تصفیہ کرلے،اپنے

وجود میں چھڑی ہوئی جنگ کو سرد کر اور فطرت کو صلح پر آمادہ کر لے، ناحق انسان سے کیا لڑے گا؟ کیوں لڑے گا؟ کبھی خود پر غور کر۔ اےئ اللہ کے بندے! تو خود بھیانک میدانِ کارزار میں کھڑا ہے، تیرا ہر عنصر تیرے وجود کی بستی کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے، تیرے جسم کا ملک تباہ ہونے کو ہے۔ اےئ اللہ کے بندے تو اپنے اللہ سے مدد مانگ تاکہ وہ تجھے اس بھیانک جنگ سے نجات دیدے اور تجھے صلح کے اس مقام تک پہنچا دے جہاں صرف نور ہی نور ہے، وہ مقام صرف تیرے اندر ہے، تو کئی رنگوں کا بہروپیہ ہے اور صلح کا مقام ایک رنگی ہے، صلح کا مقام برف سے زیادہ ٹھنڈا اور ایک رنگی ہے۔ اےئ اندھے آنکھیں کھول آئینہ دیکھ، سانس کو روک کے بھوں چکا ہو جا، اس مقام کی عظمت کی حیرانی بھی دیکھ، تب کہیں تجھے جنگ اور صلح کا معنٰی سمجھ میں آئے گا تو اپنی لڑائی کیوں لڑتا ہے تو اللہ کا ہو جا وہ تیری لڑائی خود لڑ لے گا۔

جمع ضدین محال ہے

جمع ضدین کیوں محال ہے؟ کیونکہ یہ دنیا ہے دنیا کا نظام ضدین کی وجہ سے چلتا ہے تمام عناصر ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک دوسرے کے خلاف بر سرِ پیکار ہیں، ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں، فطرتوں کے تقاضے ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، احساسات، خیالات، افکار، سوچ سمجھ، سب کچھ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ 'زمین' زمین سے ٹکرا رہی ہے، 'تنکہ' تنکے سے ٹکرا رہا ہے، ایک ضد دوسری ضد سے ٹکرا رہی ہے، ضدین کی جنگ چھڑی

ہوئی ہے، اس جنگ سے نجات پانا آسان نہیں ہے جب تک اللہ نجات نہ دیدے ہر چیز ایک جنگ میں اُلجھی ہوئی ہے اور ہر جنگ کا انجام خدا ہی جانے۔

اے انسان ان ضدوں کی دنیا میں کب تک لڑتا رہے گا؟ کیوں نجات کی فکر نہیں کرتا؟ اللہ سے نجات مانگ نجات کے صلے میں تجھے جنت ملے گی، جانتا ہے جنت کی حقیقت کیا ہے؟ جنت وہ مقام ہے جہاں ضدوں کا وجود نہیں، وہاں کوئی ضد نہیں، وہاں کوئی جنگ نہیں تو اس مقام کو جنگ کے ذریعہ نہیں پا سکتا ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے ضد ہے اور ضد جنتی نہیں ہو سکتی، جنت ہر ضد سے پاک ہے، جہاں ضدیں ختم ہو جاتی ہیں وہاں جنت نمودار ہوتی ہے، جب تک ضد ہے تب تک فنا ہے، ضد فنا پسند ہے، جہاں ضدیں ختم ہو جاتی ہیں اسی مقام کو بقا کہتے ہیں اللہ ربّ العزت ضدوں کی فنا میں اعلیٰ مقام کا راز رکھا ہے، ضدوں کی فنا میں جنت کو پوشیدہ کیا ہے۔ کیا جنت میں چاند، سورج، ستارے ہوں گے؟ کیا جنت میں ضدین کا وجود ہوگا؟ ہرگز نہیں! وہاں دن ہے نہ رات، نہ رنگ ہے نہ روپ وہ یک رنگی یا دو رنگی نہیں بلکہ وہ ایک نوری مقام ہے۔

یہ بے رنگی کیا ہے

یہ بے رنگی ہر رنگ کی اصل ہے، رنگ پر رنگ کا چڑھانا عیب کو نمودار کرتا ہے، رنگ کے نکھار کے لئے بے رنگی ہونا ضروری ہے۔ اےئ انسان اےئ بہروپیئے! تو کتنے رنگوں کا پتلہ ہے، کتنے ضدوں کا پتلہ ہے، رنگوں کو چھوڑ، رنگ بدلنا چھوڑ ایک رنگی ہو جا اگر تو جنت کا طلبگار ہے تو تجھے جاننا چاہئے کے جنت

بے رنگ ہے اس میں رنگ کس طرح جا سکتا ہے، بے رنگی میں رنگی نہیں جا سکتا، جب تک تو اس دنیا میں ہر رنگ سے، ہر ضد سے بے رنگ نہیں ہو جاتا تب تک جنت کا ملنا محال ہے کیونکہ تو رنگی اور جنت بے رنگی یہ دو ضدیں ہو گئیں اور اللہ جنت کو ہر ضد سے پاک رکھا ہے۔

جان لو! جس طرح بے رنگی رنگوں کی اصل ہے اسی طرح صلح جنگوں کی اصل ہے۔ یہ دنیا کیا ہے مصیبتوں کا گھر ہے، اس کی اصل کیا ہے؟ عقبیٰ ہے، جہاں تمام مصائب ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ عقبیٰ ضد سے پاک ہے۔ اے اللہ کے نادان بندے! ذرا سوچ تو جس اللہ کا ذکر کر رہا ہے، یاد کر رہا ہے آخر یہ کیوں کر رہا ہے کیونکہ تو اس کے فراق میں مبتلا ہے اگر فراق میں مبتلا نہ ہوتا تو اللہ کو یاد نہ کرتا بلکہ دیدار کرتا۔ تو اللہ سے بچھڑ چکا ہے، اس لئے بچھڑے ہوئے کی یاد کر رہا ہے جب کہ اللہ بچھڑنے سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ تو خود اس سے دور ہو چکا ہے، ضدوں میں گھر چکا ہے، اس فراق کی اصل کو پہچان، اس ذکر و فکر کو پہچان، وصل کی کوشش کر۔ اللہ سے وصل حاصل کرنا، اللہ سے مل جانا ہی فراق کی اصل ہے، تو اصل کی فکر کر فراق بلا ہے، آفت ہے، اس حال سے نجات پانے کی کوشش کر، کامل پیر کا مرید ہو جا صاحبِ وصل کو وصال کی حقیقت میسر رہتی ہے۔ اللہ کے مسافر کو اللہ کے راستے کا پتہ ہوتا ہے، یہ پتہ تو کتابوں سے، بیانوں سے، تقریروں سے یا مولویوں سے نہیں پا سکتا، اس لئے اللہ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانبیاء ۲۱:۷) ''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے سوال کرو'' یہ اہل ذکر کون ہیں؟ اس آیت کریمہ

میں اگر غور کرتے ہیں تو جواب خود بخود مل جائے گا، قرآن نے اہل علم نہیں کہا بلکہ اہل ذکر کہا گیا ہے اور یہ اہل ذکر اللہ والے کامل پیر کو کہتے ہیں، اللہ کے ولی کو کہتے ہیں، اللہ کے محبوب کو کہتے ہیں نہ کہ دنیادار عالم کو۔ ان اہل ذکر کے تعلق سے حدیث پاک میں آتا ہے: **عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ مَسعُود** رضی اللہ عنہ، **قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم**: اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفاتِیحُ لِذِکرِاللّٰهِ اِذَا رُؤُوا ذُکِرَاللّٰه. رواهُ الطّبرانی والبیهقی وابن ابی الدنیا. (اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، البیهقی ابن ابی الدُّنیافی کتاب الاولیاء)** ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً بعض لوگ اللہ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔'' بیشک ایسے نیک اور صاحبِ وصل لوگوں کی صحبت اختیار کرتا کہ اللہ کے ساتھ تجھے قرب و وصال میسر آ جائے اور تو فراق سے نکل کر وصل کو حاصل کر لے۔

جسم کی حقیقت:

اے اللہ کے بندے! اے چار عناصر کے پتلے! ان چار عناصر کی ضدوں میں یہ سرشت کیوں اور کہاں سے آئی؟ جان لے کہ تو فرع ہے اور ضدیں اصل ہیں اور اصل نے ہی فرع میں اپنی علت پیدا کر دی ہے خصلت پیدا کر دی ہے، اور تو اصل کے ساتھ فرع ہو کر بھی اُلجھا ہوا ہے، تو انسان ہے تیرے پاس ایک دل ہے اور تو دلِ واصل کو پہچان، دل کی آواز کو سن، دل کی فریاد کو سن کہ وہ اپنے اصل کی فراق میں ہے، وہ تیرے جسم میں، تیری روح میں ہے۔ روح کیا ہے

کیسی ہے، کہاں ہے، اس کی خصلت کیسی ہے؟ یہ سب کچھ تو کتابوں سے نہیں پا سکتا بلکہ روحانی پیر سے پا سکتا ہے، روحانی پیر تلاش کر، روح پیاسی ہے روح کا موتی اس کی اصل کی تمنا میں ہے۔ روح کی خصلت کیسی ہے؟ خدا جیسی ہے، روح پر خدا کی خصلت کو غالب آنے دے، سارے جھگڑے سارے تنازعات مٹ جائیں گے، اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے: مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (المجادلۃ ۵۸:۷) ''جہاں بھی تین اشخاص سرگوشی کرتے ہیں چوتھا وہ (ھو یعنی اللہ) موجود ہے۔'' ایک تیرا جسم، ایک تیرا قلب، ایک تیری روح چوتھا اللہ ہے۔ اس لئے اپنے جسم کو قلب کی خصلت پر ڈھال لے، قلب کو روح کی خصلت میں بدل لے، روح خدا کی خصلت میں ڈھل جائے گی۔

اے نادان! عاقبت کی فکر کرنے کی بجائے تو اس عناصر کی دنیوی جنگ میں اُلجھا ہے، تیری گھناؤنی جنگوں کے لئے تو نبیوں کا حوالہ دیتا ہے؟ تیری جنگ میں یا عام انسان کی جنگ میں اور نبیوں کی جنگ میں نمایاں فرق ہے عوام کی جنگ تخت و تاج کے لئے، اقتدار کے لئے، اپنے مفاد، دولت اور شہرت کے لئے ہوتی ہے اور تو ناحق خون بہاتا ہے، انسانیت کو قتل کرتا ہے، تیری جنگ تیرے لئے ہے، نبیوں کی جنگ صلح کے لئے ہوتی ہے، جو قوم صلح کے لئے تیار نہیں ہوتی نبیوں نے ان سے صلح کے لئے جنگیں کی ہیں، ہر قوم کے رہبروں نے، رہنماؤں نے جنگ کی ہے، ان کی جنگ صلح کے لئے ہوتی تھی نہ کہ تباہی کے لئے۔ اے نادان! انسان کیا تو نے یہ حدیث پاک کو نہیں پڑھا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (ترمذی، السنن) ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے

دوسرے مسلمان (بے گناہ انسان) سلامت رہیں۔'' اے غافل انسان یاد رکھ جو جنگ صلح کے لئے ہوتی ہے وہ خدا کے لئے ہوتی ہے نہ کہ اپنے لئے۔

جنت کے طلبگار:

اے جنت کے دعویدار، اے جنت کے طلبگار، اے حوروں کے پرستار، اے کوثر و تسنیم کے دیوانے، اے دودھ اور شہد کے متوالے، اگر واقعی تجھے یہ سب کچھ چاہیے تو اپنے جسم کے پردے میں پوشیدہ نعمتوں کے خزانوں کی تلاش کر، زندگی کو ان خزانوں کی تلاش میں لگا، اللہ کو راضی کر لے، اللہ سے اگر محبت کرتا ہے تو اللہ کی قدرت سے نفرت نہ کر، اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ کے بندوں سے نفرت نہ کر، تیرے اندر بھی خدا کی قدرت کا ایک سمندر موجود ہے، اس میں غوطہ لگا، اس سمندر کا تیراک بن، گوہرِ مقصود کو پانے کی کوشش کر، ظلم و زیادتی کرنا چھوڑ دے۔ جانتا ہے اس دنیا کی تمام تر نعمتیں خدائی سمندر کے پانی کی دین ہیں، ان نعمتوں کی اصل وہ خدائی سمندر ہے، تو اصل کو چھوڑ کر فرع میں کیوں اُلجھا ہے، تو جو کھا رہا ہے، تو جو پی رہا ہے وہ خدائی سمندر کے پانی کی دین ہے، وہ سمندر تیری اصل ہے، اسی خدائی سمندر کے پاکیزہ پانی سے تیری ہستی ہے، اسی پانی کی اصل سے تیری پرورش ہو رہی ہے، باقی جو کچھ تو دیکھ رہا ہے، پا رہا ہے، وہ سب کچھ اسی اصل کی فروعات ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ (الطارق ۸۶:۶، پارہ ۳۰) ''ہم نے انسان کو اُچھلتے کودتے پانی سے پیدا کیا ہے ○'' افسوس تو نے اپنی اصل

اور تخلیق پر نظر نہیں ڈالی، اس آیت کے معنٰی بھی تو نے غلط لیا ہے، اُچھلتے کودتے پانی کو تو نے آبِ منی سمجھا، ناپاک چیز کو اپنے وجود کی بنیاد سمجھ لیا، انسان کا خون یا کسی بھی حیوان کا خون حرام ہے۔حرام چیز سے بنی ہوئی منی سے تو نہیں پیدا ہوا یہ فرع ہے اصل نہیں۔فرع ناپاک ہے اصل پاک ہے، تیرے اندر اچھلتے کودتے پانی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، تیری تخلیق اسی اُچھلتے کودتے پاک ترین پانی سے ہوئی ہے نہ کہ نجس منی سے یہ فروعی لذت ہے، یہ اصل نہیں ہے۔

نادان پیروں نے نہ جانے کیا کیا بکواس کردی کہ اللہ نے انسان کو ناپاک منی سے پیدا کیا، ہرگز نہیں! اللہ پاک ہے، اصلِ انسانی پاک ہے، اللہ پاک پاکوں سے محبت کرتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (البقرہ ۲:۲۲۲) ''بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔'' ایک اور جگہ انسان کا مقام بتایا گیا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾ (التین ۹۵:۴) ''ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔'' بہترین صورت بدترین نجاست سے کس طرح تخلیق پاسکتی ہے۔حدیث پاک ﷺ ہے: الانسان سری وانا سرہ. ''انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں'' اللہ پاک ناپاک کو کس طرح راز دار بنا سکتا ہے؟ حدیث پاک ﷺ ہے: اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِ الرَّحْمٰن. ''ہم نے انسان کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا ہے'' رحمٰن کی صورت والا انسان ناپاک کس طرح ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو نے اس عناصر کے چولہے کو، جسم کو، عناصر کی عقل رکھنے والے جسم کو انسان سمجھا ہے۔

اے بھائی یہ جسم انسان نہیں سواری ہے یہ وہ سواری ہے جس پر حضرت انسان سفر کرتے ہیں، حضرتِ انسان کی تخلیق خدائی سمندر کے اُچھلتے کودتے پانی سے ہوئی ہے وہ پانی پاک ترین ہے وہ پانی نوری ہے نہ کہ ناری وہ پانی ہر چیز کی اصل ہے اور ہر چیز اس کی فرع ہے، فروعات میں پاک یا ناپاک ہونے کا سوال پیدا ہوسکتا ہے اصل میں نہیں، علمِ معرفت سے بے بہرہ لوگ عقل کے اندھے نہ جانے کیا کیا بکواس کر گئے اور بکواس یا من گھڑت باتوں کا نام علمِ معرفت رکھ دیا، ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہئے ایسے پاک ترین علوم، پاک ترین حضرات قدسیہ سے حاصل کرنا چاہیے۔یہ ایک رُخہ علم رکھنے والے علماء اِن حقائق ودقائق کو کیا جانے کہ علم تصوف عین دینِ اسلام ہے، مغلضات کے مجموعے یا خرافات کو علمِ تصوف ہرگز نہیں کہہ سکتے۔اے نادان انسان کُل کائنات کی ہر چیز اس سمندر کے پانی کی فرع ہے، اصل تو وہی سمندر کا پاک ترین پانی ہے، وہ سمندر تیری آنکھوں میں ہے، نظروں میں ہے، تیری جان سے قریب ہے مگر نہ تو دیکھنا چاہتا ہے، نہ پانا چاہتا ہے اور نہ تجھے ایسا بینا پیر میسر آیا جس کے وسیلے میں تجھے تیری اصل کا پتہ مل سکے، اگر تو خود کو ناپاک تصور کرتا ہے تو کر لے اور یاد رکھ ناپاکوں کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ جنت پاک ہے اور جنتی بھی پاک ہوتے ہیں۔اے قوت علم و حافظہ کے محتاج، اے حرف اور آواز کے محتاج انسان، اپنی سانسوں کو پہچان اس ہوا کو پہچان یہ فرع ہے اس کی اصل اس سمندر کی ہوا ہے۔اس بے حرف بے آواز ہوا میں اس خدائی سمندر کی ہوا سے پیغام آرہے ہیں، الہام آرہے ہیں، تو خدا کو فرع سے یاد کر رہا ہے اور خدا تجھے اصل سے یاد کر رہا ہے، افسوس تو نہ اُس کی آواز

سن سکتا ہے نہ الفاظ سن سکتا ہے کیونکہ تیری سماعت اس کی سماعت کا فرع ہے اور وہ اصل ہے۔

روح کی معرفت کب ہوتی ہے:

کہنے والا سننے والا اور گفتگو جب تک ایک نہیں ہوجاتی تب تک تجھ پر روح کی معرفت ظاہر نہیں ہوگی جب جب تو اللہ اللہ کہے گا تب تب اللہ لبیک یا عبدی کہے گا جب تک تو اس آواز کو نہیں سنے گا تب تک تجھ پر روح کا مقام کس طرح ظاہر ہوگا؟ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے: **عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ قال: مَن عادی لی ولیا، فقدآذنته بِالحرب، وماتقرب الی عبدی بشی ء احب الی مما افترضت علیه، ومایزال عبدی، یتقرب الی بالنّوافل حتی احبّه، فاذااحببته: کنت سمعه الذی یسمع به،وبصرہُ الّذی یبصربه، ویده التی یبطش بها، ورجله الّتی یمشی بها، وان سالنی، لاعطینه، ولئن استعاذنی، لاعیذنه، وما ترددت عن شی ء انا فاعله ترددی عن نفس المؤمن، یکره الموت وانااکره مساء ته۔** (رواہ البخاری۔کتاب:الرقاق،باب:التواضع)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ برابر نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا

رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں، مجھے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندۂ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں، اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔‘‘ اس حدیث پاک سے خدا اور بندے کے پاکیزہ، روحانی رشتہ کا تعلق معلوم ہوتا ہے، روح کا تعلق معلوم ہوتا ہے، انسان کے اصل کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔اور ایک تو ہے کھایا، پیا، جیا، مرا اور مٹی ہو گیا؟ مٹی سے کیا معنٰی حاصل ہوا؟ کیا پایا؟ معنٰی حاصل کر فروعات کو چھوڑ اصل کی طرف رجوع کر۔ ہر چیز کی اصل معرفت کے اس پاک پانی میں ہے، تمام روحوں کی اصل اس پاک پانی میں ہے۔

اللہ نے فرمایا: ’’لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ‘‘ (الاعراف۷:۵۴) خلق یعنی سواری ہے اور سواری جسم ہے اور امر روح ہے اور یہ سوار ہے، سواری اور سوار، اللہ کے حکم کے تابع ہیں، سواری کی رسائی دربار کے باہر تک ہے، سوار کی رسائی دربار میں ہوتی ہے، سواری مسجد تک جاسکتی ہے سوار اللہ کے دربار میں جاتا ہے۔ اے نادان انسان سواری اگر عبادت کرے تو اس کا اجر سواری کو ملے گا نہ کہ سوار کو؟ سوار کو تو اللہ کی معرفت چاہیے، پہچان چاہیے۔ اس لئے اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

وَمَنۡ كَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾ (بنیاسرائیل ۱۷:۷۲، پارہ۱۵) ’’یعنی جس نے اس دنیا میں مجھے نہیں دیکھا وہ آخرت میں بھی نہیں دیکھ سکتا‘‘ کیونکہ وہ گمراہ ہے۔

اے اللہ کے بندے! سواری اگر عبادت کرتی ہے تو کرے تو روح کی فکر کر کیونکہ روح وعدہ کر کے آئی ہے ’’السْتُ بربّکم‘‘ یہ وعدہ وفا کر اسی دنیا میں کامل پیر کی آنکھوں میں اللہ کا دیدار کر لے ورنہ یہاں بھی اندھا وہاں بھی اندھا ہی ہوگا اور گمراہوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا۔ یہ تیرے عناصر کی سواری اندھی ہے، یہ خدا کا دیدار کس طرح کرے گی؟ روح روشن اور آنکھ والی ہے جس نے روزِ ازل میں دیدارِ الٰہی کیا اور آج بھی وہی روح تجھ میں موجود ہے روح کو معرفت سے سرفراز کر جس دیدار کے متعلق خدا بندے سے سوال کر رہا ہے: وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الذّٰریٰت ۵۱:۲۱، پارہ۲۶) ’’اور (وہ) تمہاری جانوں میں موجود ہے تم دیکھتے کیوں نہیں؟‘‘ لہٰذا کامل پیر کی تلاش کر اور روح کو خدا سے ملانے کی کوشش کر، جب تجھے عناصر کی سواری ملی تو اللہ نے تیری روح سے فرمایا: ’’کار کبوا‘‘ یعنی سوار ہو جا۔ اس لئے روح سوار ہو گئی تجھے اللہ نے عقل عطا کیا ہے سوار کی فکر کر سواری کی نہیں، سواری کو اللہ چلا لے گا۔ ارشاد خداوندی ہے: وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ (البقرہ ۲:۲۵) ’’اور (اے بشیر و نذیر ﷺ) نیک عمل کرنے والے مؤمنوں کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے لئے (جنت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے (نورانی) نہریں بہہ رہی ہیں o‘‘ وہ اللہ پاک ہے جو اپنے باغات

کو حروفِ دعا، الفاظ اور عبارات کے پردے میں چھپا رہا ہے، تو ذکر و اذکار کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے ثواب تو ملے گا مگر حقیقت کا پتہ نہ چلے گا، ان باغات کی خوشبو کو اپنی سانسوں سے کھینچ کر اپنے اندر بسا لے کامیاب ہو جائے گا، اس خوشبو کی حفاظت کر سانسوں کو غنیمت جان یہی وقت کرنے کا ہے کچھ کر لے دامن بھر لے، روح کو معطر کر لے، شاید تو فلاح پا جائے۔ تیری جان کے مشرق میں تیری جان کا اَثاثہ ہے نور سے شگاف لگا، آنکھ سے سیاہی اور سفیدی کو پہچان ایمان اور کفر کو پہچان۔ ’سفید‘ بے رنگ ہوتا ہے بے رنگی کا ماننا ایمان ہے اور سیاہی کو ماننا کفر ہے۔

اے اللہ کے بندے! تیری جان کا سورج تجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے وہ سورج مشرقی ہے نہ مغربی ہے، نہ اُگتا ہے، نہ ڈوبتا ہے اس کو پہچان آئینہ دیکھ اندھا نہ بن، ایک رخہ علماء ٹوٹنے والے تاروں کی مانند ہوتے ہیں یہ تجھے کیا خاک راستہ بتائیں گے؟ ان کی اتباع مت کر علماءِ کاملین یعنی اولیاء اللہ کی غلامی اختیار کر شاید تجھے منزلِ مقصود مل جائے۔ کامل پیر تلاش کر شاید تجھے تیرا گمشدہ اثاثہ مل جائے، یہ ایک رُخہ علماء، ٹوٹنے والے ستارے تجھے کیا منزلِ مقصود تک پہنچائیں گے۔ کیا تو نے ابراہیم خلیل اللہ کا جواب قرآن میں نہیں پایا: لاٰاحبّ السّافلین یعنی میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرتا، جب سورج کو دیکھ کر اللہ کے نبی نے یہ فیصلہ فرما دیا تو تو ٹوٹنے والے تاروں کی پیروی کیوں کرتا ہے؟ کاملین کی پیروی کر، اللہ کے دوستوں کی اتباع کر انشاء اللہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! تو نے کامل سورج کے ہوتے ہوئے ٹوٹنے والے تاروں کی رہبری اختیار کیا ٹوٹنے والے تاروں کی رفتار و گفتار میں اپنی جنت تلاش کرنے لگا

’’والشق القمر‘‘ اور چاند ٹکڑے ہوگیا، اس روشن معجزے کو نظر انداز کردیا، یہ معجزہ کہاں سے صادر ہوا؟ خدائی آسمان کے تابندہ سورج سے ظہور پزیر ہوا، تجھے علم نے مسحور کردیا معجزہ تجھ پر اثر انداز نہ ہوا اور نہ تو عبرت حاصل کرکے اپنے عناصر کے ٹکڑوں سے آزاد ہوسکا پھر بھی نجات کا خواہاں پھر بھی جنت کی تمنا؟ تعجب ہے۔

نفس کیا ہے؟

نفس تیرے دماغ میں موجود عناصر کی ترکیب سے پیدا شدہ ظاہری عقل ہے عناصر سے پیدا شدہ آگ ہے، ہر ایک کی ظاہری عقل کبھی ستارے کی مانند، کبھی چاند کی مانند اور کبھی سورج کی مانند ہوتی ہے یہ گھٹتی اور بڑھتی ہے، کبھی تیز کبھی سست ہوتی ہے، کبھی کوئی ستارے کی شکل اختیار کرتی ہے کبھی کسی اور ستارے کی شکل میں ڈھلتی ہے یہ وہی عقل ہے جو سات ستاروں کی مانند رنگ بدلتی رہتی ہے، ہر ستارے کی اصل تیری ظاہری عقل ہے ستارہ پرستی نہ کر، گھٹنے بڑھنے والی چیز کی پرستش نہ کر، ورنہ تو نجومیوں کی طرح خانہ شماری میں بھٹکتا رہ جائے گا۔ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۟ۙ (التکویر ۸۱:۱) سورج لپیٹ دیا جائے گا، کیا تو قرآن میں نہیں پڑھا؟ اے چڑھتے سورج کے پجاری ذرا ہوش کے ناخن لے اصل کو چھوڑ کر فرع کے پیچھے کیوں پڑا ہے؟ کیا خلاء میں موجود ستارے کسی چیز پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں؟ تو اے ستاروں کی رفتار کو ماننے والے، اُلجھنے اور اُلجھانے والے! اگر تو اللہ کا دوست ہے تو تجھ پر ان کے اچھے برے نحس و سعد اثرات کس طرح ہوسکتے

ہیں؟ کیوں ستاروں میں اپنی تقدیر ڈھونڈ رہا ہے؟ کیوں زائچوں میں اپنا مقدر ڈھونڈ رہا ہے؟ یہ ستارے اپنے حال سے خود بے خبر ہیں، اپنے انجام سے بے خبر ہیں، اب یہ تیری تقدیر کی کیا خبر دیں گے؟ ان چیزوں سے نہ تیرا بھلا ہوگا نہ برا مگر وہی ہوگا۔ جو اللہ چاہتا ہے۔ لہٰذا اللہ فرماتا ہے: وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰىۙ ۝۱ (النجم ۵۳:۱، پارہ ۲۷) یعنی جب کہ ستارہ (ٹوٹ کر) گر جائے گا۔ کیوں اس ٹوٹ کر گرنے والے ستاروں میں اُلجھا ہے آخرت کی فکر کر، اللہ سے محبت کر، یا اس دنیا میں وہ سب کچھ کرلے جس کے لئے تجھے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ستاروں کے فال پر تیرا ایمان ہے، ستاروں کی محبت تیری جان میں ہے، اس پرستش کے باوجود ایمان کا دعویٰ؟ ہر لمحہ ہر پل اللہ تجھے آواز دے رہا ہے اور وہ آواز تیرے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر واپس جارہی ہے کیوں تو اس آواز کی نصیحت کو قبول نہیں کرتا؟ یاد رکھ اس جادو ٹونے، ستارہ پرستی، ستارہ شناسی، نجومیت اور ستاروں کی رفتار میں کچھ بھی نہیں ہے، کیا تو نے قرآن میں اللہ کا حکم نہیں پڑھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِۚ (الشوریٰ ۴۲:۱۲، پارہ ۲۵) ’’وہی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک ہے ؀‘‘ اے اللہ کے بندے آسمانوں کی کنجیاں اللہ کی ملکیت ہیں اور یہ کنجیاں اللہ جسے محبوب رکھتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔ تمام ستاروں کی اصل، تمام سورجوں کی اصل ہر موجودات کی اصل کیا ہے؟ وہ نورِ الٰہی کا سورج ہے! جو تیری جان کے سمندر پر روشن ہے اور یہ سورج ہر جہت سے پاک ہے، بے جہت ہے اس کی تاثیر سے انبیاء کو وحی نازل ہوتی رہی، اس کی تاثیر سے اولیاء پر الہام ہوتا ہے۔ اے چھ جہت کے مقید انسان کب تک قیدی بنا رہے گا چل

اٹھ کامل پیر کا ہاتھ تھام لے اور اس بے جہت کی طرف سفر کرتا کہ تو ہر جہت سے آزاد ہو جائے۔

بے جہت سورج کا مقام:

بے جہت سورج تیرے ہی اندر ازل سے طلوع یافتہ ہے، یہ تیری روح کا ساتھی ہے اور ساتھی رہا ہے، تیری روح کا موتی اس سورج کے نور سے پیدا ہوا ہے، اَن گنت موتی اس کے نور سے پیدا ہوتے ہیں، ہو چکے ہیں۔ اے اندھے آنکھیں کھول تیرے باہر کا سورج روشن نہیں سیاہ ہے، یہ نور نہیں نار ہے اور نار کی اصل سیاہ ہوتی ہے۔ اے اللہ کے بندے! ہم اصل کو چھوڑ کر فرع کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، جسم کو چھوڑ کر سائے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، بے رنگ اصل کو چھوڑ کر فروعی رنگوں کے بکھیڑوں میں اُلجھے ہوئے ہیں، ہر چیز کی اصل وہی ہے، ہر چیز کی جان وہی ہے، باقی ہر چیز اس کے فروعات ہیں، رنگ ہیں، سائے ہیں، اصل کو چھوڑ کر نقل کے پیچھے دوڑ نا دانشمندی نہیں ہے ارشادِ گرامی ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (الحدید ۵۷: ۴، پارہ ۲۷) ''وہ وہیں ہے جہاں تم ہو'' ہم اس فرمان کو بھول کر بھٹک رہے ہیں۔ یاد رکھو فروعات پرستی ہی شرک ہے۔ اصل پرستی عین ایمان ہے۔

عقل ظاہر:

مانا کہ آج عقلِ ظاہر کی رفتار کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اس کی ایجادات

سے عقل خود حیران ہے اس کی ترکیبوں سے دُنیا پریشان ہے، اس کی پرواز حیران کن ہے، اس عقل سے پیدا شدہ علوم مثبت بھی ہیں، منفی بھی ہیں، مگر مثبت کم اور منفی زیادہ ہیں، شفاء کم زہر زیادہ ہیں، عقل کے کاروبار سے عقل خود شرمندہ ہے۔ شاید اس عقل سے شیطان بھی پریشان ہوگا اس عقل سے جسم کی رفتار تیز ہوگئی، روح کے قدم سست ہو چکے ہیں، جسم آباد نظر آتے ہیں، روح ویرانوں میں بھٹک رہی ہے۔ یہ عقل آج دنیا کو سمیٹ کر دیکھ چکی، اس عقل نے عیاشی کے، شہوت رانی کے بازار گرم کئے ہیں، سینے ٹھوک ٹھوک کر بلند و بے باک دعوے کئے جا رہے ہیں، تقویٰ عنقاء ہوتا جا رہا ہے۔ اس عقل کے شہسوار خود نما خود بین خود کو کائنات کے مالک سمجھتے ہیں مگر ان عقلمندوں کے مزاج دنیا کی طرح بے وفا ہوتے ہیں۔ کاش انسان کی عقل روح کی طرف سفر کرتی تو حضرتِ خضر کی مانند آبِ حیات سے سیراب ہو جاتی، کاش اس انسان کی جان اپنی جانِ جاناں کی طرف سفر کرتی تو اس کو دائمی زندگی میسر آ جاتی ہے، جو جان جانِ جاناں کی طرف سفر کرتی ہے وہ مبارک اور جو جان جانِ جاناں کے خلاف سفر کرتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔

اے عقل پرستو! اے دنیا پرستو، جان لو حدیث پاک میں آتا ہے: **العقل فی الانسان والانسان مراۃ الرب!** ''یعنی عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہوتا ہے'' اس عقل کی پیروی کرو یہ عقل اللہ کے خاص فقراء کو نصیب ہوتی ہے، اللہ کے خاص فقراء اس عقل سے جیتے ہیں اور ظاہری عقل سے مرتے ہیں اور رب کا آئینہ بن جاتے ہیں۔ ان حضرات قدسیہ کے اعمال پر انگلیاں مت اٹھاؤ ان کی نیکی بدی تم مت تولو بلکہ ان کی اعلیٰ ظرفی کو دیکھو، ان کی

ہمت کو دیکھو وہ بغیر پر کے پرواز کرتے ہیں بغیر آنکھ کے دیکھتے ہیں، بغیر کان کے سنتے ہیں۔ لہٰذا عام انسان ان کے جیسا نہیں ہوسکتا۔

کمالِ جان:

عام آدمی کی جان اس کے نفس کی مانند ہوتی ہے، خواص کی جان ان کی روح ہوتی ہے، جان حقیقت میں وہ ہوتی ہے جو ہر نیکی اور بدی کی حقیقت سے واقف ہو، ہر لحہ ''**خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالی** '' کے حکم سے باخبر ہو'' **والبعث بعدالموت** '' کے انجام سے باخبر ہو، خیر اور شر کے انجام سے قضاء وقدر کے مطابق واقف ہو'' **والبعث بعدالموت** '' کے گہرے اور عمیق راز سے واقف ہو۔ ائے بھائی! خواص کی جان اس حکمِ الٰہی کے ہر راز سے واقف رہتی ہے، اسی حکم کے تحت اولیاء اللہ اوامر کا فریضہ نبھاتے ہیں، دعوتِ حق کا راز اس آیت میں پوشیدہ ہے، اس آیت کے تحت وہ حضرات قدسیہ انسانوں کی عقلوں کے مطابق کلام کرتے ہیں، آخرت کے انجام سے ڈراتے ہیں بلکہ آگاہ کرتے ہیں۔ عام عقل کو اس آیتِ کریمہ کا ادراک نہیں ہوسکتا، خواص اس خدائی کوڑے کی چوٹ کو پہچانتے ہیں اور اس تنبیہ کو پہچان کر دعوت دیتے ہیں، عام مریضوں کو حق کی دوا پلاتے ہیں۔ روحانی قوت کا راز کیا ہے؟ اے بھائی! جو روح جس قدر باخبر ہوتی ہے اسی قدر قوی ہوتی ہے، بےخبر جان نفس کی مانند مردار پسند شقی، بےقوت ہوتی ہے، دربدر بھٹکنے والی ہوتی ہے۔ آج کل ایسے مریدوں کی تعداد سے اندازہ کرلو کبھی اِس پیر کی ٹھوکر میں کبھی اُس پیر کی ٹھوکر میں پڑے رہتے ہیں، یہ حرکتیں اس کی

حقیر جان کرواتی ہے اور آخر کار یہ جان ناقص پیر کے ساتھ کاملین سے بھی بغاوت کر بیٹھتی ہے۔ تف ہے ایسی بے غیرت جان پر۔ اے انسان! نادانی مت کر، نادانوں کی صحبت اختیار مت کر، ایک رخہ علماء سے پرہیز کر، دورنگی اشخاص سے دور رہ، نفاق سے دل کو پاک رکھ، جان کی عزت باخبر رہنے میں ہے، بےخبر جان جہنم کی ہم جنس ہوتی ہے، جس قدر تیری جان باخبر رہے گی اسی قدر قوی ہوجائے گی اور قوی کو کوئی حصار میں مقید نہیں کرسکتا قوی ہر حصار سے آزاد رہتا ہے۔ عالمِ ارواح کیا ہے؟ عالم اخبار ہے، اگر تو باخبر ہے تو عالم ارواح سے بھی باخبر رہے گا اگر تو بےخبر ہے تو تجھ پر عالم عقول اور ملکوت کی خبریں کس طرح نازل ہوں گی؟ جب ملکوت سے تو بےخبر ہے تو جبروت یعنی قوتوں کے عالم کی کیا خبر رکھے گا؟ ایک انسان کہاں اور خدا کہاں؟ ایک انسان خدا کا دوست اگر ہوتا ہے تو صرف باخبر روح کی تاثیر اس کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے، باخبر روح کی وجہ سے انسان اولیاء اللہ کے زُمرے میں شامل ہوتا ہے، بےخبر جان حیوان کی مانند ہوتی ہے۔

اے اللہ کے بندے جان لے کامل اولیاء اللہ کی جانوں پر ہر لحہ ظاہری وباطنی خبروں کا نزول ہوتا ہے، وہ ہر چیز سے باخبر رہتے ہیں، جانِ کامل اللہ کی بارگاہ کی مانند ہوتی ہے اور جانِ ناقص شیطان کا محل ہے۔ جانِ کامل کو جانِ جاناں سے ملا دے، ایک رنگی ہوجا، وہی اللہ کا مظہر ہوجائیگی، اور تو ''**الفقیر لایحتاج الا اللّٰہ**''، ''فقیر اللہ کے سوا کسی کا بھی محتاج نہیں ہوتا'' کہ مقام پر آجائے گا۔ عقل اور روح کے اتحاد سے ملائکہ کی تخلیق ہوئی ہے جب ملائکہ میں جانِ جاناں کے حکم سے ایک جان ان میں آئی تو وہ اللہ کی پسندیدہ شکل وصورت میں ڈھلنے کے قابل

ہو گئے، کیا حضرتِ جبرئیل علیہ السلام حضرتِ وحیہ بن کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ظاہر نہیں ہوتے تھے؟ جب فرشتوں کو جان جاناں کی جان کی قوت عطا ہوئی تو اس جان کے خدمت گزار ہو گئے۔ مگر شیطان کو جانِ جاناں کی جان کا اعزاز حاصل نہ ہوا تو اس جان سے بغاوت کیا اور ملعون ہو گیا۔ اے اللہ کے بندے اس حکمت بھرے کلام کی قدر کر، غور کر اور عبرت حاصل کر آخرت کی فکر کر ورنہ کل پچھتائے گا۔ یاد رکھ! ہر زبان ان نکات کو بیان نہیں کر سکتی، ہر منہ اس نکات کو بیان نہیں کر سکتا، ہر عقل ان نکات کی وضاحت نہیں کر سکتی، کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اللہ فرماتا ہے: نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ (یٰسٓ ۳۶:۶۵، پارہ ۲۳) ''یعنی ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے۔

شانِ نبوت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا ہیں اور ہم غلام ہیں وہ ہمارے لئے آئے، ہمارے لئے جیئے، ہمارے لئے مشقتیں اُٹھائے، ہمارے لئے آنسو بہائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کیا تو جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تشریف لے آئے؟ اللہ نے تیرے منہ اور قلب پر مہر کر دیا تھا ان مہروں کو کھول کر تجھے اللہ سے ملانے کے لئے تشریف لے آئے، ہزاروں لوگوں کے کان، منہ اور دل گونگے، بہرے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم '' اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ '' (الفتح ۴۸/۱) کی کنجی سے وہ تالے کھولنے کے لئے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں میں اور اُس جہاں میں تیرے سفارشی بن کر آئے ہیں، یہاں وہ تیرے دین وایمان کی سفارش کر رہے ہیں وہاں وہ تیرے نیک

انجام، نیک آخرت کی سفارش کریں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

عن آدم بن علی رضی اللہ عنہ قال: سمعت عن ابن عمر رضی اللہ عنہ یقول: ان النّاس یصیرون یوم القیامة جثا، کلّ امّة تتبع نبیها یقولون: یافلان اشفع ، یافلان اشفع حتّی تنتهی الشفاعة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذالک یوم یبعثه اللّٰه المقام المحمود. رواه البخاری والنسائی. (کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: عسی ان یبعثک ربّک مقامامحمودا)

''حضرت آدم بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: روزِ قیامت سب لوگ گروہ در گروہ ہوں گے۔ ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور عرض کرے گی: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے، اے فلاں! ہماری شفاعت کیجئے! یہاں تک کہ شفاعت کی بات حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہوگی، پس اس روزِ شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔'' تعجب ہے تو آخرت میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارشی مانتا ہے مگر دین وایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارشی نہیں مانتا، اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارشی نہیں مانتا؟ افسوس صد افسوس! اس جہاں کا ذرّہ ذرّہ، اس جہاں کی ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجاء کرتی ہے کہ اے شفیع صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان گمراہوں کی رہبری کریں راستہ دِکھائیں انہیں نجات دلائیں مگر تو اس خاموش التجاء کو نہیں سن سکتا، وہ جہان کہتا ہے اُس جہان کی ہر چیز کہتی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو جانِ

جاناں کے دیدار سے سرفراز فرمائیں۔ اے اللہ کے بندے تیرے لئے اللہ کے محبوب ﷺ فکر مند رہے، تیرے انجام سے غمگین رہے، اللہ سے دُعا کرتے رہے کہ اھدقومی انھم لایعلمون ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیوں کہ وہ بے خبر ہے'' آپ کی اس دعا کی بدولت دونوں جہاں کے دروازے کھل گئے اور آپ کی دُعا قبول ہوئی۔

ہستی اور نیستی کیا ہے؟

یہ ہستی کیا ہے؟ ایک قید ہے۔ اختیارات کی وجہ سے جاہل ہے۔ نیستی کیا ہے؟ جمالِ احدیت کی جلوہ گاہ ہے۔ بندے کو جب تک مقامِ نیست نہیں ملتا نجات نہیں ملتی۔ ہستی فریب ہے نیستی حقیقت ہے، ہستی اندھیرا ہے، نیستی اُجالا ہے، ہستی موت ہے، نیستی زندگی ہے۔ صراطِ مستقیم ہستی میں نہیں نیستی میں پوشیدہ ہے، جب تک تو نیست نہیں ہو جاتا خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ عوام کا دین ہستی سے ہے، عوام کا ایمان ہستی سے ہے، عاشقوں کا دین نیستی ہے، آسمانوں کی معراج نیستی میں ہے، نبی کریم ﷺ کی معراج نیستی سے تھی۔ ہستی ہر عیب ہر غرور، تکبر اور ریا سے معمور ہے، نیستی ان نحوستوں سے پاک ہے، جب بندہ اپنی ہستی سے گم ہو کر نیستی میں جاتا ہے تو وہی ہو جاتا ہے۔

علم و ہنر:

اے عالمو، اے ہنر مندو، اے فنکارو! علم و ہنر اللہ کا عطیہ ہے، اللہ کا

تحفہ ہے، اس کی قدر کرو اور قدر دان کو سکھاؤ، بے قدر حاسد کو کبھی علم و ہنر نہ سکھاؤ، ورنہ تمہارا سکھایا ہوا علم و ہنر اس حاسد کے ہاتھ میں ہتھیار بن جائے گا اور وہ تمہیں پر اس کا وار کرے گا، اسی لئے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

سعد یا شیر از یا علمت مدہ کم ذات را
کم ذات گر عالم شود گردزند اُستاد را

میں نے حاسد جاہل کو علم و ہنر سکھا کر انجام کو دیکھا ہے، حاسد بد بخت شقی جہنم کا کتا ہوتا ہے، ابلیس کا چیلا ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی کے حسب و نسب کو دیکھ کر بھی علم و ہنر نہ سکھاؤ اگر چہ اس میں حسد کا مادّہ ہوتا ہے، حاسد انسانیت کا دشمن اپنے مفاد کا دوست ہوتا ہے، فطرت میں منافقت ہوتی ہے، حاسد ملعون کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور یہ ازلی شقی ہوتا ہے۔

ذرا سوچو حاسد! جب اللہ کے معصوم نبی ﷺ سے حسد رکھتا ہے، آپ کو نعوذ باللہ مردہ تصور کرتا ہے اولیاء اللہ کو مردہ تصور کرتا ہے تو وہ دین کو کیسے زندہ رہنے دے گا؟ انسانیت کو کیسے زندہ رہنے دے گا؟ خبردار حاسد کے ہاتھ میں علم و ہنر کی تلوار ہر گز نہ دو۔ کیا تم نے حاسد شیطان کو نہیں دیکھا جو حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ لہٰذا حسد سے بچو۔ حدیث پاک میں آتا ہے ''حسد انسان کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے'' اس حدیث پاک میں لکڑی اور آگ کی تشبیہ کیوں دی گئی ہے؟ صرف اس لئے کہ حاسد جہنمی ہے، حاسد سے دوستی نہ کرو، ورنہ شیطان تمہارا دوست ہو جائے گا، شیطان میں حسد کس طرح پیدا ہوا؟ صرف علم کی وجہ سے اور کیا؟ اگر علم ہی نہ ہوتا تو حسد کیوں پیدا ہوتا؟ حاسد کی

فطرت کو پہچانو، اس کو علم کا ہتھیار نہ دو، شیطان نے آدم علیہ السلام کو مٹی دیکھا اور اس کا علم اندھا ہو گیا، اس کا حسد اسے ملعون کر دیا، شیطان علم کی باریکیاں جانتا تھا اس میں حسد پیدا ہو گیا تو اس کو غیب دیکھنے والی آنکھیں کس طرح نصیب ہوتی؟ وہ کس طرح دیکھ سکتا تھا کہ آدم علیہ السلام میں کیا غیب تھا حسد نے اسے اندھا کر دیا حاسد کو اگر علم و ہنر سکھایا جائے تو وہ حلیہ وضع قطع عمامہ اور داڑھی کے سوا کیا خاک دیکھے گا؟ یہ سب کچھ اگر دیکھ بھی لیتا ہے تو اس کی جاسوسی میں دربدر بھٹکتا ہے تا کہ اس کا کوئی عیب فاش ہو جائے، یہ حاسدوں سے دوستی کر لیتا ہے تا کہ اللہ کے بندوں میں غیب کی بجائے عیب تلاش کر سکے۔

اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے خواہ نمک یا جوتے کا تسمہ ہو'' حضرت ابن حزام رضی اللہ عنہ کو بھی ہدایت فرمائی کہ: ''خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو اگر تم جنت کے خواہاں ہو'' ان اقوال میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ اگر خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے تو نظام کائنات کس طرح چلے؟ گھر میں کھانا، پانی، طبیب سے دوا گولی، ضرورت پر قرض وغیرہ مانگیں یا نہ مانگیں کچھ لوگ اس کو شرک کہتے ہیں، غیر اللہ سے مانگنا حرام کہتے ہیں، اللہ کے حضور کسی کے توصل سے دعا کروانے کو شرک کہتے؟ لہٰذا ان اُمور میں بڑے زور و شور سے اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ آیئے! ان خرافات کا بھی جواب دیتے چلیں۔

اے مغرورو! اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاسدو، اے انبیاء کے دُشمنو، دولت اور ریاست پر اِترانے والو! کل قیامت میں اللہ کے عتاب سے بچنا چاہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اولیاء اللہ کی اطاعت کرو، تمہاری دولت، ریاست اور غرور کے پردے میں موت، بیماریاں اور دنیا کے خواہشات پوشیدہ ہیں۔ اے انسان! زمین پر آقا بن کر، تن کر نہ چل، غلام بن ایک سواری کی طرح جھک کر اطاعت گزار بن کر چل، اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈال، مُردوں کی طرح لوگوں پر جیتے جی بوجھ نہ بن، لوگوں کی خدمت کا محتاج نہ بن، نوکر چاکر کا محتاج نہ بن، اپنا بوجھ خود ڈھولے دوسرے پر نہ ڈال۔ اس لیے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم جیسے لوگوں کو مسکینیت سکھانے کے لئے، عاجزی سکھانے کے لئے ایسا فرمایا کہ: ''اگر تم جنت کے خواہاں ہو تو خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو'' ورنہ اللہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کیوں دیتا کہ اپنے صحابہ سے وقت ضرورت مدد لیا کرو۔

اے اللہ کے بندو! سرداری بہتر ہے یا درویشی بہتر ہے؟ ''اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگنا'' سے مراد اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو مگر تو نے اُس کے معنی بدل دیا تعجب ہے۔ اس حدیث پاک میں ایک درس ہے، اے شاندار سواریاں رکھنے والے سواریوں سے مددمت مانگ کہیں تیرے پاؤں بیمار نہ ہو جائیں، اس لئے بھی سواریوں سے گاڑیوں سے مددمت مانگ، سواریوں کو تو کب ترک کرے گا؟ مرنے کے بعد۔ تو آج ہی ترک کر دے۔ جب اللہ کا کامل بندہ، اللہ کا دوست یہ عزم کرتا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا تو اللہ ندا دیتا ہے کہ میں تیرا کفیل ہوں، دنیا میں تیری کفالت کروں گا، آخرت میں جنت الماویٰ عطا کروں گا۔ اے وہ بندو! جو یہ کہتے پھر رہے ہو کہ ''غیر اللہ سے مانگنا شرک

ہے‘‘ تو کیا اللہ تمہیں یہ ندا دیتا ہے کہ میں تمہارا کفیل ہوں، کیا تم نے اللہ کی آواز سنی ہے؟ اے اللہ کے بندے! انبیاء، اولیاء اور خواص اگر مانگتے ہیں تو اللہ کی اجازت ہی سے مانگتے ہیں، اللہ کی اجازت کے بغیر کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ اس طرح اس نظامِ کائنات کو چلانے کے لئے اللہ نے ہر انسان کو جس چیز کے مانگنے کی اجازت دی ہے مانگ لیتے ہیں، یہ مانگنا شرک کہاں ٹھہرا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں مانگنا چاہیے سے مراد اللہ کی اجازت کے بغیر کسی سے کچھ نہ مانگے، اللہ نے جس چیز کی اجازت دے رکھی ہے اس چیز کا مانگنا شرک کس طرح ٹھہرا؟ اللہ کی منع کردہ چیز کا مانگنا شرک ہے اور اللہ کی اجازت یافتہ چیز کا مانگنا ایمان ہے۔ اے جنگ پسند لوگو! اے لڑائی پسند لوگو! اے ظالمو! اے انسانیت کے دشمنو! گھناؤنے افعال سے توبہ کرو، امن، شانتی اور صلح کی کوشش کرو، ہر انسان کو اس کی مختصر زندگی جینے دو، اس زمین پر انسانیت کو شرافت سے پنپنے دو، سانس لینے دو، حکومتوں کے نام پر یہ شیطانی کھیل نہ کھیلو، یہ خونی کھیل نہ کھیلو، اس دنیا کو جہنم نہ بناؤ، جیو اور جینے دو! اللہ ربّ العزت فرماتا ہے: اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (المائدہ۵: ۶۴، پارہ۶) ’’جب جب وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے‘‘۔

☆☆☆

رسالۂ رشدوھدایت

مؤلف: سرکار سیّد محمد نور احمد شاہ قادری فرزند اکبر شہزادہ غوث الہند قطب الاقطاب حضرت سیدّ نور محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، جنگلی پیٹھ ہبلی کرناٹک

- آپ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک وہ روزی ہے جس میں مخلوق کا ہاتھ ہوتا ہے، ایک روزی وہ ہے جس میں خالق کا ہاتھ ہوتا ہے پہلی روزی عوام کی غذا ہے جو مخلوق سے کھاتی ہے اور مخلوق ہی کی اطاعت کرتی ہے، دوسری روزی خالق کی ہے جو خالق کے دوستوں کو عطا کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ خالق ہی کی اطاعت کرتے ہیں۔
- فرمایا: خالق کے بندے بنو مخلوق کی بندگی کرنے والے کی نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ دعا۔
- فرمایا۔ اللہ کے نام پر چہل قدمی کرنے اور اللہ کی مسجدوں میں ورزش کرنے کا نام درویشی نہیں ہے بلکہ اللہ کے لئے بے وجود ہوجانے کا نام درویشی ہے۔
- فرمایا: متوکل رزّاق کا بندہ ہوتا ہے رزق کا نہیں۔
- فرمایا نفس پرست منافقوں کی زبانوں پر اکثر اللہ کا نام ہوتا ہے مگر مؤمنوں کے قلوب اس نام پاک کی برکت سے ہمیشہ منور رہتے ہیں بلکہ قلب ہی

اِسم اور اِسم ہی جسم بن جاتا ہے۔

- فرمایا: اللہ کا نام زبان سے نہیں قلب سے لینا چاہیے۔
- فرمایا: اللہ کا نام اللہ کے سواء کوئی نہیں لے سکتا۔
- فرمایا: اللہ کا نام عقل کی شرارت کے ساتھ علم لیتا ہے عشق نہیں۔
- فرمایا: اللہ کا نام لینے والا اللہ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اگر وہ نامحرم کو آنکھ اُٹھا کر دیکھ لے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اللہ کی نہیں شیطان کی عبادت کرتا ہے۔
- فرمایا: اگر کوئی خود کو عالم کہتا ہو اور اللہ کی منع کردہ چیز پر نظر بھی ڈالتا ہو تو سمجھ لو کہ وہ حریص شیطان ہے نہ کہ انسان۔
- فرمایا: وضو اور غسل کے مبتلا یا طہارت کی نمائش کرنے والے کو عالم تو کہہ سکتے ہیں اللہ کا دیوانہ نہیں کیونکہ اللہ کے دیوانے دین اور دنیا کی ہر خواہش کو ناپاک تصور کر کے شرابِ عشق سے زندگی میں بس ایک بار وضو کر لیتے ہیں جو قیامت تک نہیں ٹوٹتا۔
- فرمایا: خدا کو دیکھنے کے بعد خدا کے غیر کو دیکھنا شرک ہے۔
- فرمایا: اللہ کے دیدار کے بعد عارفین غیر اللہ کو دیکھنے سے اندھے ہو جاتے ہیں۔
- فرمایا: من سلویٰ پر حیرت نہ کرو آب و دانہ بہتر ہے یا ہوا؟ اگر ہوا نہ ہوتی تو کیا ذی جان زندہ چیز رہتی۔
- فرمایا: رزق رزق ہوتا ہے رزّاق نہیں، سانسوں کا مصلےٰ بچھا اور اللہ کا نام

لے اور دیکھ کہ ہر آن کیسی کیسی نعمتیں نازل ہو رہی ہیں۔

- فرمایا: تمام موذی امراض انسان کے ناپاک باطن سے پیدا ہوتے ہیں اور معاشرے کو بیمار کر دیتے ہیں اس لئے علماء ظاہری امراض کے طبیب اور فقراء باطنی امراض کے طبیب ہوتے ہیں۔
- فرمایا: ایسے علماء جن کا ظاہر بیدار اور باطن بیمار ہو وہ دین کی خدمت کے نام پر امت کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں۔
- فرمایا: اللہ کا دستِ کرم چھوڑ کر غیر اللہ کا ہاتھ تھامنے والا مشرک ہوتا ہے۔
- فرمایا: جو اللہ کے کاموں میں متحرک ہو جاتا ہے اللہ کا ہاتھ اُس کے کاموں میں متحرک ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: جب حضرت عشق اسم اللہ کے لباس میں جلوہ گر ہوئے تو اٹھارہ ہزار مخلوقات کو دس حصوں میں تقسیم کر کے حضرت عشق نے اُن کے سامنے دنیا کو پیش کیا تو نو حصوں نے دنیا کو سر آنکھوں پہ بٹھا لیا پھر ایک بچے ہوئے حصےّ کو دس حصوں میں تقسیم کر کے اُن کے سامنے جنت کو پیش کیا تو اُس کے نو حصوں نے جنت کو اپنا منظورِ نظر بنا لیا لیکن ان میں کا ایک حصہ ایسا رہا جو نہ دنیا قبول کیا نہ جنت، اُس حصہ کے انسانوں کو ہی مردانِ خدا کہتے ہیں، جانتے ہو حضرت عشق کون اور کہاں تھے؟ پھر جواباً ارشاد فرمایا وہ میں تھا اور میں ہر چیز میں جلوہ گر ہوں۔
- فرمایا: اے لوگو سن بلوغ کو پہنچے بغیر آپ کے بچے اپنے ہاتھوں سے آپ کی کمائی یا خود ان کی اپنی کمائی اپنے ہاتھوں سے خرچ کر رہے ہیں تو سمجھو

کہ وہ پہلے تمہاری اور پھر اپنی دنیا تباہ کر رہے ہیں، جس تباہی کے بعد تمہارا دین تمہارے سامنے غریب ہو جائے گا۔

- فرمایا: جو شخص یا جو جماعت دین اور دنیا کی تعمیر دولت سے کرنا چاہے تو سمجھو کہ ایسے لوگ دین دنیا اور ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور ناواقف جاہل ہوتا ہے۔ لہٰذا جہلاء کی دولت تعمیر نہیں تخریب کا موجب ہوتی ہے۔
- فرمایا: فقراء اکرام مال وزر کے بھوکے نہیں ہوتے بلکہ مال وزر پر وہ قاسم ہوتے ہیں اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔
- فرمایا: جس رئیس کے مال میں کوئی فقیر اپنے تصرف کا اختیار استعمال کرتا ہو تو اُس رئیس کو اپنی دولت کی ریاست پر ناز کرنا چاہیے کیونکہ اُس کی دولت میں فقیر کا ہاتھ کارفرما ہو گیا اور اس کی دولت پاک ہو گئی۔
- فرمایا: غریب، نادار، مظلوم، یتیم، بیوہ اور حق پرست مساکین اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں، ان پر کوئی فرد یا جماعت ظلم وزیادتی کرتی ہے اور توہین وتحقیر کرتی ہے تو سمجھ لو کمزور ظالموں نے انتہائی طاقتور خدا سے اعلان جنگ کر دیا۔ اے لوگو! سوچو کیا کوئی عقلمند کمزور، طاقتور کے خلاف جنگ کا اعلان کر سکتا ہے؟ مگر افسوس حصول زمین کے لئے ملکوں کو ختم کرنے کے لئے، انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے، دین اور دھرم کی تعمیر کے بہانوں سے قومیں انسان اور انسانیت کو ناحق قتل کرتی ہیں، اُنھیں خبردار ہو جانا چاہیے کہ انہوں نے اپنے کمزور نطفوں کی حقیقت بھول کر

مظلوموں کے طاقتور خدا کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔

- فرمایا اے ظالم وجابر فرمانرواؤ! اے سفاک وبے رحم بادشاہو! اے انسانیت کو شرمسار کرنے والو! اے بے قصور مظلوموں کو اپنے درباروں میں بلوا کر سزائیں تجویز کرنے والے ظالمو! یقیناً تم یہ بھول چکے ہو کہ مظلوموں کا حامی خدا ہر مخلوق کا خالق اور انتہائی طاقتور ہے جو تمہیں نفی سے اثبات میں لایا اور اب وہ اثبات سے تمہیں نفی میں لیجائے گا۔
- فرمایا: افسوس لوگ اللہ کو مان کر عبادت تو کرتے ہیں مگر اللہ کے دوستوں کو پہچان کر بھی اطاعت نہیں کرتے، آخر ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا؟
- فرمایا: نفس کی خلاف ورزی سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔
- فرمایا: خبردار نفس بھی اللہ کی مخلوق ہے اور فقراء کو چاہیے کہ اللہ کی مخلوق میں عدل قائم کرے ممکن ہو تو نفس سے بھی صلح کر لینی چاہئے یہ کام فقراء کے لئے تو آسان ہے لیکن عوام کے لئے بہت مشکل ہے۔
- فرمایا: فقراء کیلئے نفس کے غلاموں کے تحفے قبول کرنا بزدلی کی علامت ہے۔
- فرمایا: صوفی اللہ کے نزدیک اس کا نائب ہے اور اُس کے عام فرقہ پرست فقہاء کے نزدیک زندیق نظر آتا ہے۔
- فرمایا: اکثر لوگ فقراء کی توہین کو اپنا مذہب بنا لیتے ہیں، اس حرکت سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ لوگ اللہ سے ناواقف بندے ہوتے ہیں۔
- فرمایا: ناپاک کمائی کو اللہ کے پاک بندے چھو لیتے ہیں تو وہ پاک ہو جاتی ہے اسی طرح پاک کمائی کو جب ناپاک بندے چھو لیتے ہیں تو وہ ناپاک

ہوجاتی ہے متقی حضرات ایسی کمائی کو چھونے سے کراہیت محسوس کرتے ہیں۔

- فرمایا: مسلمان کو بطخ کی مانند دنیا کرنی چاہیے، بطخ کو دیکھ پانی میں رہتی ہے مگر اپنے پروں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لیتی۔

- فرمایا: صراطِ مستقیم کا ظاہر و باطن ہے، ظاہری صراطِ مستقیم بہت مختصر ہے اس راہ میں انسان کو نفسانی خواہشات اور گناہوں سے نصوح کی مانند توبہ کرنی چاہئے صراطِ مستقیم باطنی بہت طویل ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سواء اللہ کے غیر پر بھول کر بھی نظر نہیں ڈالنا چاہیے۔

- فرمایا: صراطِ مستقیم ظاہری یہ ہے کہ اس راہ میں اللہ سے ڈرو اور لوگوں کو ڈراؤ بسا اوقات اللہ سے ڈرنے اور ڈرانے کی آڑ میں بے خوف دین فروشی ہوتی ہے، صراطِ مستقیم باطنی یہ ہے کہ تم انسان بنو اور اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت کرو معلوم ہوا کہ محبت ہی ایمان ہے اور نفرت ہی کفر ہے۔

- فرمایا: میں نے اکثر علماء کو موٹے تازے ہشاش بشاش فربہ صورت میں دیکھا ہے جبکہ فقراء کو نحیف کمزور اور ناتوانی کی کیفیت میں دیکھا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ پھر خود فرماتے ہیں کہ اے بھائیو! ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ توانا اور تندرست فربہ قسم کے علماء خدا سے بہت دور ہوتے ہیں اور بے خوف رزق کھاتے ہیں، بیچارے فقراء خدا سے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ بس حیرت اور ہیبت سے ان حضرات کے پتّے پانی ہوتے رہتے ہیں، قربت کی آگ ان کے جسموں میں جلتی رہتی ہے، اب بتاؤ یہ فربہ

علماء کی طرح کس طرح ہوسکتے ہیں؟ جان لو! اگر کوئی درویش یا فقیری کا دعویٰ کرتا ہے اور موٹا تازہ فربہ ہے تو وہ ریاکار ڈھکوسلے باز ہے درویش یا فقیر نہیں بلکہ وہ اللہ سے فرار علماء کی جماعت کا نمائندہ ہے جو درویشوں کے لباس میں درویشوں کی جماعت میں گھس آیا ہے۔

- فرمایا: کامل مرشد کے اعمال پر نظر نہیں کرنی چاہیے، نہ اس کے افعال کی جاسوسی کرنی چاہیے بظاہر اس کے اعمال خلافِ شرع کیوں نہ ہو، اس کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے وہ بمانند غیب ہوتا ہے اگر شکر سے علاج ممکن نہیں تو زہر سے بھی مریض کا علاج کرتا ہے اور مریض صحت یاب ہوجاتا ہے، یہاں عوام کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ شکر حلال ہے زہر حرام ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ مریض کی زندگی کتنی قیمتی ہے۔

- فرمایا: بندہ ہو کر جس نے خود کو خدا کا ولی تصور کیا یا لوگوں نے القاب دیکر اُسے ولی اللہ قرار دیا یا اگر اس بندے نے بندے کی عطا کی ہوئی ولایت کو قبول کیا تو خدا کی قسم وہ ولی اللہ تو کیا؟ وہ ریاکار دین کے دائرے سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ خالق اور مخلوق میں، اللہ اور بندے میں، آقا اور غلام میں دوستی کا رشتہ ہوتا ہے یا آقائیت اور غلامی کا رشتہ ہوتا ہے، کہاں آقا کہاں غلام، کیسا رشتہ کیسی ولایت، اگر خالق اور مخلوق میں دوستی کا رشتہ ہوتا تو ہر مخلوق اللہ کی دوست ہوجاتی فرماں بردار کیوں ہوتی دوستی میں دیدار وملاقات کو چھوڑ کر فرمانبرداری کیوں کرتی؟ فرماں برداری سے غلامی ثابت ہوتی ہے نہ کہ ولایت، اگر ہر مخلوق اللہ کی دوست ہوتی تو نعوذ باللہ شیطان

کو اللہ کا دوست ماننا پڑے گا، کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو اللہ کا ولی کسے کہتے ہیں؟ اے بھائی جو جسم سے بے جسم، وجود سے بے وجود، جان سے بے جان خود کو فنا کر کے جس نے خدا کو باقی دیکھا اُسے ولی اللہ کہتے ہیں۔ ورنہ یہ چار عناصر اور ظاہری عقل کا پتلہ جو سراپا آگ ہے مرتبۂ ولایت کو کب پہنچ سکتا ہے؟

- فرمایا: کاش دین ایمان اور اعمال کو دیکھنے والوں کو دل میں پوشیدہ نیت کو دیکھنے کی آنکھ عطا ہوتی تو آج دین کی یہ حالت ہرگز نہ ہوتی۔
- فرمایا: کسی کا عمل اگر تمہیں پسند نہیں تو اُس کو ذلیل وخوار نہ کرو بلکہ یہ فیصلہ اُس خدا پر چھوڑ دو جس کی نظر نیت پر ہوتی ہے۔
- فرمایا: حقیقت میں عابد اُسے کہتے ہیں جو نماز میں اپنے وجود کو چھوڑ کر اپنی روح کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو جائے، اگر اِس راز کو یہ امت جان لیتی تو آج اِس قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی۔
- فرمایا: دین و دنیا کے علائق سے بے نیاز ہو جانے والے کو عارف کہتے ہیں ورنہ حدود کے مقید غلام کو معرفت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔
- فرمایا: انسان کی کالی آنکھ سے بڑا حجاب کوئی نہیں اگر یہ نہ ہوتا تو شریعت کا وقار مجروح ہو جاتا۔
- فرمایا: پیاس میں معرفت ہے بھوک میں حکمت ہے شکم سیری میں غفلت ہے۔
- فرمایا: گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد پھر گناہوں پہ جری ہو جانا کیا ہے؟ شیطان کی بندگی کرنا ہے۔

- فرمایا: طہارت ایمان کی بنیاد ہے اور تقویٰ اللہ کو بہت عزیز ہے۔
- فرمایا: کم کھانا اور زیادہ گناہ کرنا شیطانی شیوہ ہے اور زیادہ کھانا اور کم گناہ کرنا اک عام آدمی ہونے کی دلیل ہے۔
- فرمایا: کم کھانے سے جسم کو روح کے ذریعہ قوت عطا ہوتی ہے کم گناہ کر کے عبرت حاصل کرنے والے عقلمند کو روحانی قوتیں عطا ہوتی ہیں۔
- فرمایا: دکھ درد اور مصیبتوں میں بھی چار و ناچار صبر کرنا ہی پڑتا ہے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بڑی بات تو یہ ہے کہ بندے کو محبتِ الٰہی میں جسم اور مصائب کا احساس بھی نہ رہے۔
- فرمایا: حقیقت میں متشرع اُس شخص کو کہتے ہیں جو ظاہراً اور باطناً اللہ سے ڈرتا ہو، ورنہ عرفِ عام میں شریعت کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کرنا عام بات ہے۔
- فرمایا: حقیقت میں فقیر اُس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کی قائم کردہ حدوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: منافق اُس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے مگر خود اُس پر عمل نہیں کرتا۔
- فرمایا: جو اللہ کی اطاعت سے غافل رہتا ہے وہ ابلیس کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: ایسی قومیں ظالم اور سفاک ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں جو بے وقت کی موت اور سنورتی ہوئی زندگی کی اہمیت کو نہیں سمجھتی۔

- فرمایا: مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق کی رضامندی سے بے فکر ہوجانا شیطانی جہالت ہے۔
- فرمایا: سنتوں کو ترک کرنے والے کو جہنم کا کتا کہتے ہیں۔
- فرمایا: اکابرین اولیاء اللہ کے علم میں غور وفکر کرنے کی بجائے تجسس کے ساتھ غلطیاں یا خامیاں تلاش کرنے والی قوم پر اللہ ظالموں کو مسلط کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔
- فرمایا: اکابرین علمی مراتب کو نہ سمجھ کر ان کی غلطیاں تلاش کر لینا اور اُن بے بنیاد غلطیوں کو سند بنا کر ان کے مراتب کو مجروح کرنے کی کوشش کرنا شیطانی شیوہ ہے کیونکہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو دیکھ کر ''انا خیر منه'' یعنی میں آدم سے بہتر ہوں کا دعویٰ کیا۔
- فرمایا: جاہل پیر سے متقی عالم بہتر ہے۔
- فرمایا: اگر دوست آپ سے خفا ہے تو اُس کو منا لینے کی تدبیر کرنی چاہیے ورنہ دوستی کا معنیٰ دشمنی میں تبدیل ہو جائے گا۔
- فرمایا: دوست کی دوستی سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوست کی عیب جوئی سے انسان شیطان بن جاتا ہے۔
- فرمایا: جو پیر دنیا کی محبت کے نشہ سے مخمور ہو اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح دنیا کی محبت میں گرفتار شخص کو بیعت سے سرفراز کرنا برے جانور کے گلے میں موتیوں کا ہار پہنانے کے برابر ہے۔
- فرمایا: تنہائی اس سالک کے لئے بہتر ہے جس کی فطرت میں ازلی جذبۂ

اخلاص پوشیدہ ہو۔

- فرمایا: خداشناسائی کے شوقین کو طالب کہتے ہیں، ایسا طالب اگر مخلص ہے تو وہ اپنے پیر میں خدا کا دیدار کر سکتا ہے۔
- فرمایا: لوگ خدا کے فراق میں خدا کو نہ پہچان کر نیکیوں کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں، اب بتاؤ ایسے لوگوں کو کیا کہا جائے۔
- فرمایا: دل حقیقت میں اُس شئ کو کہتے ہیں جو اللہ کی حاضری میں خود غائب ہو جائے ورنہ اُس دل کو عرش اللہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔
- فرمایا: دل کی اہمیت سے غافل دل پر اللہ دنیا کو مسلط کر دیتا ہے۔
- فرمایا: جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اُسے گمراہ کہتے ہیں۔
- فرمایا: مرید کئی قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) براہِ راست اللہ کا مرید (۲) کامل پیر کا مرید (۳) شیطان کا مرید (۴) دنیا کا مرید، لہٰذا پیر کو چاہیے کہ مرید کو پہچان کر نصیحت کرے کہ کس پر نصیحت کا اثر ہوگا اور کس پر نہیں۔

- فرمایا: عارف حضرات قربِ الٰہی کی لذت سے بعض مخمور رہتے ہیں بعض بیدار رہتے ہیں اور بعض حیرت زدہ رہتے ہیں، ان میں اوسط درجہ کے عارفین کا درجہ بہت بلند رہتا ہے۔
- فرمایا: حصولِ معرفت کے بعد عارف مودب ہو جاتا ہے اگر دائرۂ ادب سے خارج ہو جاتا ہے تو اسے مجذوب کہتے ہیں اور ایسا شخص عروج سے نزول کی طرف آتا ہے۔

- فرمایا: توحید کا معنیٰ مسلمان کے نزدیک خدا کو ایک ہی ماننا ہے یہ عام عقیدہ ہے یہاں صرف ماننا ہے نہ جاننا ہے نہ پہچاننا ہے یہ بھی ایک قسم کا مجبور علم ہے۔ خدا کو ایک مانو اور اپنی ہزار کرو۔
- فرمایا: علماء اور حکماء اپنی فطرت کے مطابق حصول علم میں کوشش کرتے ہیں اور ہزاروں کوششوں کے باوجود بھی یہ علمِ حجت اور بیان سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے کیونکہ یہی علم ان کی اپنی پسندیدہ دنیا کی زینت بن جاتا ہے۔
- فرمایا: فقراء اکرام کو اللہ اپنی ذات وصفات کے علوم سے آراستہ فرماتا ہے تاکہ ان کے پاک قدموں کی برکت سے دوسروں کے قلوب پاک ہوسکیں۔
- فرمایا: عارف ومعروف کی حقیقت واحدہ کے علم کے بغیر اگر کسی نے علمِ معرفت کا دعویٰ کیا تو سمجھ لو وہ جھوٹا ہے کیونکہ عارف ومعروف کی حقیقت واحدہ سے توحید ثابت ہوتی ہے یہاں دعویدار اگر دعویٰ کرتا ہے تو خود کی توحید کو پیش کرتا ہے اور اگر خدا کی توحید کو پیش کرتا ہے تو خود کی نفی کرتا ہے، خود کی نفی قدرت کی نفی ہے اس نفی کے بعد انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: اللہ سے دور کرنے والی ہر چیز سے دور ہو جاؤ خدا کے قریب ہو جاؤ گے۔
- فرمایا: شقی کی پہچان یہ ہے کہ اُسے عبادت میں لذّت نہیں آتی۔
- فرمایا: متّقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ سے بہت ڈرتا ہے عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ سے بہت محبت کرتا ہے۔

- فرمایا: غافل اُس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا اور معمولاتِ دنیا سے عبرت حاصل نہیں کرتا۔
- فرمایا: منافق کی پہچان یہ ہے کہ علم پڑھتا ہے، علمی باتیں سنتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا۔
- فرمایا۔ حقیقت میں بندہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو دل اور روح کے ساتھ اللہ کا پختہ فرماں بردار بن جائے نہ کہ زبانی دعوے دار!
- فرمایا۔ گناہِ صغیرہ یہ ہے کہ خدا کو ماننے اور خدا کی نافرمانی کرے گناہِ کبیرہ یہ ہے کہ خدا کو نہ پہچاننے اور غافل رہے۔
- فرمایا۔ توبہ صرف زبان پر واجب نہیں آنکھ کان دماغ اور دل پر بھی واجب ہے حتیٰ کہ سارے وجود پر لازم ہے۔
- فرمایا: بے خوف اور بے حیا گنہگار کو اللہ ندامت کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے۔
- فرمایا: تقویٰ ظاہری یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا، تقویٰ باطنی یہ ہے کہ قلب پر نظر رکھا کرے کیونکہ اللہ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ نظرِ کرم فرماتا ہے۔
- فرمایا: شمشیر صدق کے مقتول کو اللہ بلا حساب کتاب جنت میں داخل کرتا ہے۔
- فرمایا: گنتی کے پانچ اوقات کے قدردان پر اللہ مراقبہ کے اسرار اور اوقات پوشیدہ رکھتا ہے۔

۞ فرمایا: اللہ نے جس چیز کو حقیر ذلیل ورسوا کہا ہے اس کے طالب پر جنت حرام ہے۔

۞ فرمایا: وجد متوسط صوفی اور اللہ کے درمیان کا اک راز ہے جس نے اس کو حرام سمجھا اس سے اللہ کی رحمت روٹھ جاتی ہے۔

۞ فرمایا: سماع کیا ہے؟ بے قابو نفس کو قابو کرنے کا ایک طریقہ ہے، جس نے اہل حق کے سماع کی مخالفت کی اُس نے نفس کی تربیت کرنے کو حرام قرار دیا اب خود بتاؤ حلال کو حرام قرار دینا کیا درست ہے؟

۞ فرمایا: توکل کا مفہوم یہ ہے کہ عبودیت کے ہر اختیار کو ترک کر کے صرف اللہ پر بھروسہ رکھے۔

۞ فرمایا: اہل محبت سے محبت پانے کا نام اُنس ہے۔

۞ فرمایا: جب عبودیت کے تمام اوصاف بندے سے زائل ہو جاتے ہیں تو اُس وقت اُس بندے پر غلبۂ اُنس کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور اس سے اللہ براہِ راست کلام فرماتا ہے۔

۞ فرمایا: غلبۂ ہیبت کیا ہے؟ زبانِ جلال سے اللہ کلام کرتا ہے جس کو سن کر کم حوصلہ لوگ دم توڑ دیتے ہیں حوصلہ مند لوگ جل کر ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتے ہیں۔

۞ فرمایا: اُنس کا معنیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ تمام بشری اوصاف اور خوف سے بالاتر ہو کر آتشِ نمرود میں کود پڑے، پست حوصلہ صوفیوں پر اُنس کا مفہوم ہرگز نہیں کھلتا۔

۞ فرمایا: اللہ جس بندے پر صراطِ مستقیم ظاہری اور باطنی کا راز ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اُس پر تدبّر اور تفکر کے راز ظاہر فرما دیتا ہے، ورنہ لوگ لغت میں سر کھپا کر مر جاتے ہیں معنیٰ کے موتی حاصل نہیں ہوتے۔

۞ فرمایا: روح کی آنکھ سے عالمِ غیب کا مشاہدہ کرنا ہے تو فکر دماغ سے نہیں قلب سے کرنی چاہیے، جو علماء دماغ سے فکر کرتے ہیں وہ فکر نہیں علم کی کشمکش ہے جس میں اُلجھ کر انسان کے لئے علم غیب کا حصول ناممکن تصور کر لیتے ہیں۔

۞ فرمایا: جو موت کی سختی سے ہنستے ہنستے راضی نہ ہوا اُسے کس طرح ہم اللہ کی رضا چاہنے والا کہہ سکتے ہیں؟ کیا اللہ کی چاہت کا مرحلہ موت کی سختی سے بھی سہل تر ہے؟ ارے نہیں اللہ کی چاہت میں تو ہر سانس مرنا پڑتا ہے۔

۞ فرمایا: اللہ کی دوستی اک راز کا نام ہے جس نے دوستی کے نام پر اس راز کو فاش کیا، اُس نے اللہ سے دوستی کا دعویٰ کیا اور جب بندہ اللہ سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ اُسے مصائب میں گرفتار کر کے دعوے کی صداقت کا ثبوت طلب کرتا ہے، کیا حضرت حسین بن منصور حلاج، حضرت صوفی سرمد، حضرت شمس تبریز رحمہم اللہ علیہم کے احول اور انجام اس امتحان کا ثبوت نہیں ہیں؟

۞ فرمایا: ''اُمّی'' لقب کا معنیٰ کیا ہے؟ حدیث قدسی ہے کہ میں اپنے دوست کا کان بن جاتا ہوں، آنکھ بن جاتا ہوں، زبان بن جاتا ہوں، ہاتھ بن جاتا ہوں۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں معرفت کیا ہے؟ عارف ومعروف

کی حقیقت کا ایک ہو جانا ہے، جب عارف ومعروف ایک ہو جاتے ہیں تو عارف کو ''اُمّــــی'' لقب حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بغیر علم کے خدا کو مانتا ہے، ''اُمّی'' کیا ہے؟ ایک کیفیت کا نام ہے نبی کریم ﷺ کو جب یہ لقب عطا ہوا تو آپ ﷺ کس مرتبہ میں تھے؟ وہاں عارف ومعروف ایک ہو چکے تھے آپ ﷺ بغیر علم کے اللہ کو جانتے تھے بغیر آنکھ کے اللہ کا دیدار کرتے تھے، بغیر کان کے اللہ کی باتیں سنتے تھے، بغیر زبان کے اللہ سے کلام کرتے تھے، بغیر صفات کے اللہ کی ذات کو پہنچانتے تھے، اور اس کیفیت پر ایک حدیث پاک بھی دلیل ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہوتا ہے جہاں نہ کوئی نبیِ مرسل ہوتا ہے نہ فرشتہ۔''

معلوم ہوا کہ اُس وقت میں فرشتہ کا دخل ممکن نہیں اس طرح دوسری حدیث پاک بھی ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوتیں ہیں آپ ؓ نبی کریم ﷺ کو آواز دی آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایا: عائشہ! آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ عائشہ! حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے جواباً عرض کیا: ابوبکر صدیق ؓ کی بیٹی! آپ ﷺ نے فرمایا کون ابوبکر حضرت عائشہ ؓ نے پھر عرض کی ابوقحافہ کے بیٹے آپ ﷺ نے فرمایا کون ابوقحافہ یہ سن کر حضرت عائشہ ؓ خاموش ہو گئیں، مجموعی طور پر اس کیفیت کا نام ''اُمّی'' ہے، جب عارف اس مقام پر آتا ہے تو اسے ''اُمّی'' لقب عطا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ حدیث

قدسی اس علمِ معرفت اور اُمیّت پر دلیل ہے کہ اللہ خود فرما رہا ہے میں جسے دوست رکھتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تا کہ وہ صرف مجھ سے سنے اور اپنی سماعت سے اُمّی بن جائے، زبان بن جاتا ہوں تا کہ وہ مجھ سے بات کرے اور اپنی قوت گویائی سے اُمّی بن جائے، ہاتھ بن جاتا ہوں تا کہ وہ مجھ سے گرفت کرے اور اپنی قوت گرفت سے اُمّی بن جائے۔ اور اگر کوئی اس بات کا بھی قائل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی ہرگز نہیں نبی کریم ﷺ ازل سے ہی نبی ہیں آپ ﷺ نے خود فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر یعنی پانی اور مٹی کے مرحلہ سے گزر رہے تھے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر میرے نور سے تمام مخلوقات کو وجود ملا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ امّی نہیں ہیں بلکہ مقام امّیت پر فائز تھے۔

- فرمایا: اخلاص کی بنیاد صدق صبر اور استقلال پر رکھی گئی ہے جس شخص میں یہ تین جذبے نہیں ہیں تو اس کو اخلاص کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے یہ اسلام کا کرم نہیں تو کیا ہے کہ روزِ محشر کی سختیوں میں بھی بندہ اپنے اللہ سے اپنے نیکیوں کا معاوضہ طلب کرنا نہیں بھولتا۔
- فرمایا: علم کیا ہے؟ آنکھ سے دیکھ کر جاننے کا نام ہے۔
- فرمایا: علمی ایمان کیا ہے؟ اختلافات سے بچنے کے لئے اپنے علم کے وقار کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے ان چیزوں کو بھی مان لینا جس کو آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر اسلاف نے حکم دیا ہے کہ بس مان لو اس کم

وزن مجبوری کا نام بھی ایمان ہی رکھ لینا ہے تو رکھ لو۔ یقین کسے کہتے ہیں؟ جان لو قلب کی آنکھ سے کسی بھی چیز اور اس کی حقیقت کو دیکھ کر تصدیق کرنے کا نام یقین ہے۔

- فرمایا: نفس اہل یقین کے ذکر سے بھی شرمندہ ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: مقربانِ حق مخلوق خدا کو نوازنے کے لئے آتے ہیں نہ کہ لوٹنے کے لئے۔
- فرمایا: مرید اُس وقت تک مراد کو نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے کامل پیر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیدار نہ کر لے۔
- فرمایا: تمام ذکر واذکار فکر وافکار مراقبات اور مشاہدات سے گذر کر کامل پیر کے آئینہ قلب میں خود کا دیدار کر لینا کافی ہے۔
- فرمایا: خود سے گزر کر خود کو پانے کا نام قناعت ہے۔
- فرمایا: خدا کی مرضی کے مطابق حرکت کرنے والے کے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ عارف ہر چیز کا عرفان حاصل کرتے ہیں۔
- فرمایا: اہل ایمان کو عقلِ جز اور اہل عشق کو عقل کُل عطا کی جاتی ہے۔
- فرمایا: ہر مشکل کو نظر انداز کر کے جینا عارفین کا شیوہ ہے، مشکلوں پر قابو پانے کی کوشش کرنا دنیاداروں کا شیوہ ہے دراصل وہ مشکلوں پہ قابو نہیں پاتے بلکہ اور مشکلوں میں گھر جاتے ہیں۔
- فرمایا: انسان بسا اوقات بے سود چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش میں منافع بخش وقت کو کھو دیتا ہے اور وقت ہی اس کو برباد کر دیتا ہے۔

- فرمایا: حق بات کہنے کے بعد اگر کوئی پچھتاتا ہے تو سمجھ لو اس کا ایمان انتہائی کمزور ہے جو یقین کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔
- فرمایا: جانتے ہو یادالٰہی یا ذکر الٰہی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اے بھائیو! خدا کو اس قدر یاد کر سکو کہ تم خدا کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ اسی لئے تمام طاعات عبادات اور حسنات کا حکم دیا گیا ہے کہ تم خدا کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ اگر یادالٰہی سے مراد عبادت ہے۔ یادِ دنیا کیا ہے؟ یہ بھی عبادت ثابت ہوئی یاد الٰہی بھی کرنا، یاد دنیا بھی کرنا کیا ہے؟ **شرک فی العبادۃِ** ہے۔
- فرمایا: اللہ کو اللہ کی ذات اور صفات سے پہچانا جا سکتا ہے اور رسول ﷺ کو اللہ کے نور سے پہچانا جا سکتا ہے۔
- فرمایا: نفس اور تدابیر کی اُلجھنوں میں اُلجھنے والے ہدایت کے نور سے محروم رہتے ہیں۔
- فرمایا: اگر واقعی تم اللہ سے ڈرنے والے ہو تو ثابت کرو کہ تم اللہ کے سوا کسی بھی مخلوق سے نہیں ڈرتے۔
- فرمایا: حرص حسد تکبر اور دنیا کے تمام وسائل کو ترک کر دو بیشک تمہارا نام اصحاب توکل کی فہرست میں لکھا جائے گا۔
- فرمایا: نفس کو ربوبیت پسند ہے۔ لہٰذا نفس کو اس کی علت سے نکال کر عبودیت کے حصار میں قید کرنے کا نام "**جهادفي سبيل الله**" ہے۔
- فرمایا: "**الله باقي من كل فان**" یعنی اللہ باقی ہے اور ہر حادث چیز فانی ہے۔ باقی کی ضد فانی ہے، اللہ باقی ہے دنیا فانی ہے تو معلوم ہوا کہ

خدا سے غافل کردینے والی چیز کا نام دنیا ہے۔

- فرمایا: اگر تم راہِ خدا سے ناواقف ہو تو واقف حضرات سے راستہ معلوم کرلینا چاہیے ورنہ سیدھے جہنم کی طرف چلے جاؤ گے۔
- فرمایا: ایسے حضرات سے راستہ معلوم کرلینا چاہیے جو میں اور تو کے ہر خطرے سے آزاد ہو ورنہ میں اور تو کے خطرات میں اُلجھے ہوئے پیر سے بیعت کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔
- فرمایا: بیشک نفس کا خالق اللہ ہے مگر نفس کی تخلیق کرنے کے بعد اس کو انسان نام کے بندے پر مسلط کردیا تا کہ اس کا بندہ نفس کو شکست دے کر وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرسکے۔لہٰذا اللہ نے نفس کو کبھی جمال کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ جلال کی نظر سے دیکھا۔اے صوفیو! تم لوگ بھی اس مقہور نفس کو اللہ کی نظر سے دیکھو۔
- فرمایا: اللہ کی کسی بھی مخلوق کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ خالق خود اپنی مخلوق کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا کبھی مخلوق کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کس کی تخلیق ہے، کیا کافر کیا مشرک۔
- فرمایا: برائے نام مسلمان کی علت میں شک کا جذبہ ہوتا ہے مگر مردانِ خدا کی سرشت میں صرف یقین کا نور ہوتا ہے۔
- فرمایا: ماضی اور مستقبل کے حساب وکتاب میں نفس اُلجھتا ہے مگر قلب تینوں زمانوں سے آزاد ہوتا ہے۔
- فرمایا: جس بندے اور خدا کے درمیان محبت کے سوا کوئی رشتہ حائل نہ ہو تو

اس بندے کو صوفی کہتے ہیں۔

- فرمایا: لوگ خدا کے راستے کے متلاشی ہوتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ خدا ان کی پہنچ سے بہت دور ہے، اگر وہ قرب کے متمنی ہوتے تو بیشک اللہ انہیں پہلا قدم اُٹھانے سے پہلے مل گیا ہوتا۔
- فرمایا: خدا سے دوستی کے متمنی ہو تو کسی خدا شناس پیر کے غلام بن جاؤ خالق سے دوستی کی تمنا رکھنے والے مخلوق کو دوست نہیں رکھتے۔
- فرمایا: جو لامحدود خدا کا آشنا ہو جاتا ہے وہ محدود بندے کو کب دیکھتا ہے۔
- فرمایا: جب سالک حیرت کے سمندر سے نکل کر حق میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کو ایسی زندگی نصیب ہوتی ہے جس میں موت کا گمان تک نہیں ہوتا۔
- فرمایا: نفس آگ ہے روح نور ہے، نار نور کے چھونے سے بجھ جاتی ہے مگر بندے کو روح کی حقیقت سے آشنائی ہونی چاہئے۔
- فرمایا: ایمان کی روشنی میں راہِ شریعت پر خود کو چلانے سے اللہ کے صفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی محبت میں خود کو مٹانے سے اس کی ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔
- فرمایا: فقراء کے آداب کا علم علماء کو ہوسکتا ہے مگر فقر کے اسرار کا علم اللہ کے سوا کسی مخلوق کو نہیں ہوسکتا۔
- فرمایا: اگر تم کسی کے مقروض ہو تو پوری دیانت داری کے ساتھ وعدہ کے مطابق قرض ادا کرو، ورنہ یہ سمجھ لو کہ تمہاری زندگی قرض دینے والے کے پاس گروی ہے۔لہٰذا تم اس کی اجازت کے بغیر کونسا نیک کام کرسکتے ہو؟

- فرمایا: تم جن سے محبت کرتے ہو اگر ان میں عیب دیکھتے ہو تو معیوب سے پہلے عیب دیکھنے والے پر توبہ لازم آتی ہے کیونکہ یہ تمہاری کیسی محبت اور صحبت تھی کہ جس کے باوجود اس میں عیب باقی رہا۔ لہٰذا یہ عیب اس کے اپنے نہیں بلکہ تمہاری بے اثر صحبت کی نحوست سمجھو۔
- فرمایا: شیطان سے زیادہ ریاکار سے ڈرنا چاہیے کیونکہ شیطان بندوں کو دھوکہ دیتا ہے اور ریاکار اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔
- فرمایا: مریدین پیر کے ہاتھوں کی مانند ہوتے ہیں، اگر کسی مرید کے ہاتھ حرام چیز کی جانب اُٹھ رہے ہیں تو سمجھ لو یہ قصور مرید کا نہیں پیر کا ہے۔ لہٰذا ایسے پیر سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے کیوں کہ اس کے ہاتھ آداب تصوف سے واقف نہیں۔
- فرمایا: عام انسان پہلے نفس کی خواہش کو پوری کرتا ہے بعد سزا بھگت لیتا ہے خاص انسان پہلے نفس کو سزا دیتے ہیں بعد اللہ ان کی خواہش کو پوری کرتا ہے۔
- فرمایا: کرامت نفوس کو خوشحال کرنے کے لئے نہیں اللہ کی عبادت کرنے اور کروانے کے لئے صادر ہوتی ہے۔
- فرمایا: آج کل لوگ جن شیطان اور جادوٹونے کے اثرات سے ڈر کر نام نہاد عاملوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، اگر یہ لوگ حقیقت میں مسلمان ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ مسلمان تو اللہ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرتا اگر ڈرتا ہے تو اُسے کیا کہیں مسلمان یا کافر۔

- فرمایا: جس کے ساتھ مسبب الاسباب ہوتا ہے اُسے اسباب کی کیا ضرورت ہے؟
- فرمایا: متقی شخص کی دعوت قبول کرنے کے بعد اگر کوئی عہد شکنی کرتا ہے تو اللہ اس کے رزق میں کمی کر دیتا ہے۔
- فرمایا: علم اگر جسم ہے تو عمل جان کی مانند ہے اور بغیر جان کے جسم مردہ ہے، عمل اگر جسم ہے تو اخلاص اس کی جان ہے بغیر اخلاص کے عمل کی حقیقت ریا کے سوا اور کیا ہے۔
- فرمایا: نفس زندگی اور دولت کے پرستار کا دل ایمان کا دشمن ہوتا ہے۔
- فرمایا: دنیا عیش و آرام راحت اور سکون کی جگہ نہیں جس کو ان چیزوں کی ضرورت ہے اُس سے کہہ دو کہ وہ جنت میں چلا جائے۔
- فرمایا: حقائق و دقائق کے بغیر درویشی اچھی نہیں لگتی۔
- فرمایا: بیم و رجا کے بغیر ایمان قوی نہیں ہوسکتا۔
- فرمایا: قرآن میں کئی جگہ اللہ سے ڈرنے کا حکم آیا ہے جس کی تائید احادیث بھی کرتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟ عوام تو اللہ سے ڈر کر دنیا کی طرف بھاگ جاتی ہے اور خواص اللہ سے نہیں ڈرتے بلکہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ اللہ کی رضا کے خلاف کر کے اللہ کے فراق میں مبتلا نہ ہو جائیں، معلوم ہوا کہ اللہ سے ڈرنا اور بات ہے اللہ کے فراق سے ڈرنا اور بات ہے۔
- فرمایا: بیم و رجا کیا ہے؟ اہل بیم اس لئے کثرت سے عبادت کرتے ہیں

کہ انہیں اللہ کی ملاقات میسر آجائے۔

- فرمایا: جس کا وجود متبرک ہوتا ہے اسے متبرک مقامات پر جانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ وہ جس مقام پر ٹھہرتا ہے وہ مقام متبرک ہوجاتا ہے۔
- فرمایا: دنیا، دنیادار، دھن دولت، کاروبار اور رشتہ دار کی یاد اُسے آتی ہے جو یادِالٰہی سے غافل ہو چکا ہو۔
- فرمایا: جو بندہ اپنی شہہ رگ سے قریب اور اپنے نیک گمان سے قریب تر اللہ کو نہ پاسکا وہ اپنے وجود کے باہر بسنے والی کسی چیز کو کس طرح پاسکتا ہے؟
- فرمایا: جو بندہ اپنے خالق سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتا وہ مخلص بنکر مخلوق سے کس طرح مل سکتا ہے؟
- فرمایا: اکثر خوابوں کی تعبیر اُلٹی لی جاتی ہے مثلاً اگر کوئی خواب میں رو رہا ہو تو اس کا دن ہنستے ہوئے گزرے گا اسی طرح تم اس دنیا کو خواب سمجھ کر خوب رو لو تاکہ تم بروزِ حشر ہنستے ہوئے اُٹھ سکو۔ کاش بندہ اپنے دل کے جمال پر ایک بار نظر ڈالتا تو وہ سو سال تک اس دنیا کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔
- فرمایا: کعبہ بہتر ہے یا وہ دل بہتر ہے جس میں عشقِ الٰہی کی شمع جلتی ہے۔
- فرمایا: موت بہتر ہے یا زندگی؟ اگر موت ہی نہ ہوتی تو زندگی کی قدر کون کرتا۔
- فرمایا: ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟ ایمان ایک نور ہے اور اس نور کے دیدار کو ایمان لانا کہتے ہیں ورنہ عوام کا ایمان مان لینے کا نام ہے لیکن کیا اور کب تک مان لینا؟ خواص کا ایمان اس نور کے دیدار کا نام ہے جس

نے ایک ساعت دیدارِ نورِ ایمان میں محو رہا تو اللہ اس کے ایک سو سال کے گناہوں کو جلا دیتا ہے، اب اندازہ لگاؤ کہ ایک سو سال کی برکت وفضیلت کیا ہوگی؟

- فرمایا: **مَن لہ المولیٰ فلہ الکل** یعنی جو اللہ کا ہوگیا سب کچھ اسی کا ہوگیا، تو کیا جنت اور جہنم اس کی نہ ہوگی؟ کیا اللہ کے فقیر کی ملکیت میں جنت اور جہنم نہیں آسکتی؟
- فرمایا: عالم اور عاشق کے گناہ میں کیا فرق ہوتا ہے عالم کے گناہ اختیاری ہوتے ہیں جو نا قابلِ معاف ہوتے ہیں اور عاشق کے گناہ اضطراری ہوتے ہیں جو قابلِ معاف ہیں۔ عالم کا شراب پینا اختیاری ہوتا ہے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا شراب پینا اضطراری تھا اختیاری گناہ ناقابلِ معاف اور اضطراری گناہ قابلِ معاف ہے، اس لئے گنہگار پر حدود جاری کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا گناہ اختیاری ہے یا اضطراری۔
- فرمایا: جس سے خدا راضی ہے اس کے ساتھ رہنے والوں سے بھی خدا راضی ہوجاتا ہے اسی طرح سے جس کو خدا پسند نہیں فرماتا اس کے ساتھ رہنے والوں کو بھی خدا پسند نہیں فرماتا۔
- فرمایا: عاشق کی موت خدا کے دیدار سے ہوتی اور عاشق سو جاتے ہیں بروزِ حشر عاشق دیدارِ الٰہی سے جاگیں گے۔
- فرمایا: جس فقیر کی زندگی دیدارِ الٰہی سے زندہ رہی ہو، موت کے ہاتھوں وہ زندگی کیسے مر سکتی ہے۔؟

❁ فرمایا: اللہ کے دیدار سے جینا اور اللہ کے دیدار سے مرنا اس قول میں کیا راز ہے، کیا دیدار الٰہی کو زندگی اور موت نام کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے؟ نہیں دیدار کے سامنے بشری زندگی اور موت کی کیا اہمیت ہے؟

❁ فرمایا: دیدار الٰہی کیا ہے؟ باقی ہے، بشری حیات اور موت فانی ہیں، جب فانی باقی میں گم ہوجائے تو کیا رہا؟ صرف دیدار، نہ زندگی نہ موت!

❁ فرمایا: اللہ کا محبوب ہر مخلوق کا محبوب ہوتا ہے۔

❁ فرمایا: تم اللہ کی جانب مکمل طور پر رجوع ہوجاؤ ہر مخلوق تمہاری جانب رجوع ہوجائے گی تم اللہ کی اطاعت کرو، ہر چیز تمہاری اطاعت کرے گی۔

❁ فرمایا: ابراہا نے کعبہ پر حملہ کیا تو لوگوں نے اُسے آج تک معاف نہ کیا اور جب بندہ اللہ کے بنائے ہوئے دلوں کو توڑتا ہے تو اللہ اُسے کس طرح معاف کرے گا؟

❁ فرمایا: اللہ والے اللہ پر توکل کرتے ہیں، دنیا دار دنیا پر اعتماد کرتے ہیں، اللہ والے خالق پر بھروسہ کرتے ہیں، دنیا والے مخلوق پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ والے ہر مخلوق سے بے نیاز رہتے ہیں، دنیا والے اللہ سے بے نیاز رہتے ہیں، اللہ والے اللہ کو یاد کرتے ہیں، دنیا والے دنیا کو یاد کرتے ہیں، ائے بھائی اللہ کے بندوں اور دنیا کے بندوں میں بڑا فرق ہوتا ہے جس طرح اللہ کے بندے دنیا کے بندے نہیں ہوسکتے اسی طرح دنیا کے بندے اللہ کے بندے نہیں ہوسکتے۔

❁ فرمایا: غافل عالم کو شیطان کا وزیر سمجھو کیوں کہ عالم کے لئے غفلت سے

بڑا کوئی گناہ نہیں، اسی طرح جاہل پیروں کو شیطان کی ذرّیت سمجھو۔

❁ فرمایا: عاشق کے لئے موت اللہ سے ملانے والے پل کی طرح ہے، اگر ایسی موت بِک رہی ہے تو اللہ کی محبت میں جان دیکر خرید لینا چاہیے۔

❁ فرمایا: اس امت کو نفرت کی نہیں محبت اور نصیحت کی ضرورت ہے۔

❁ فرمایا: حقیقت میں مرد وہ ہوتا ہے جو عورت کو شہوت کی نظر سے نہیں شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے ورنہ شہوت تو کتوں میں بھی ہوتی ہے۔

❁ فرمایا: اللہ کے فقیروں کو علم سے نہیں اخلاق سے تولنا چاہیے۔

❁ فرمایا: جو مخلوق سے چھپ کر گناہ کرتا ہے اللہ اس کے ظاہر کو ذلیل کر دیتا ہے، جو مخلوق میں اعلانیہ گناہ کرتا ہے اللہ اس کے باطن کو ذلیل کر دیتا ہے۔

❁ فرمایا: اللہ کی عبادت کے لئے خلوت نشینی بہت اچھی چیز ہے لیکن اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے خلوت نشینی کو ترک کر دینا بھی عظیم عبادت ہے۔

❁ فرمایا: ادب سے محروم شخص دیدار الٰہی کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتا۔

❁ فرمایا: غیر اللہ کی اطاعت سے عام دنیا دار کا وہ گناہ بہتر ہے جس وجہ سے اس کو توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔

❁ فرمایا: ریا اور نفاق یہ دو شیطانی جذبے ہیں جو کامل انسانوں میں ہرگز پیدا نہیں ہوتے۔

❁ فرمایا: میں نے آج تک اُس شخص سے بڑا بے وقوف نہیں دیکھا جو جہنمیوں کے کام کرنے کے باوجود جنت کی تمنا رکھتا ہو۔

❁ فرمایا: اگر تم کسی شخص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ پہنچاؤ۔

- فرمایا: اگر تم کسی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر سکتے تو برا سلوک بھی نہ کرو۔
- فرمایا: توبہ کرنے کے بعد قصداً گناہ کرنا کیا ہے؟ یہ اللہ کی رحمت کا مذاق اڑانا ہے۔
- فرمایا: اکثر گناہ امید اور نا اُمیدی کے درمیان ہو جاتے ہیں۔
- فرمایا: افسوس انسان بیماری کے خوف سے حلال غذا ترک کر دیتا ہے مگر آخرت کے خوف سے گناہ ترک نہیں کرتا۔
- فرمایا: دنیا میں رہ کر دنیا کو ترک کرنا شریعت ہے عمل صالحہ کے عوض جنت کی تمنا نہ رکھنا طریقت ہے، خدا کی محبت میں غائب ہو جانا معرفت ہے۔
- فرمایا: اے لوگو تم دولت جمع کر کے مرو تمہارے رشتہ دار اس پر قبضہ کرنے کی تاک میں ہیں اور جب تمہاری دولت پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا تب تم اللہ کو اس دولت کا حساب دو۔
- فرمایا: مرید اسے کہتے ہیں اگر مل جائے تو کھالے ورنہ روزہ رکھ لے۔
- فرمایا: سچی توبہ کرنے والا توبہ کی قبولیت کو دیکھے بغیر نہیں مرتا۔
- فرمایا: اسلام اور ایمان رکھنے والوں کے لئے قرآن اور احادیث میں مغفرت کی دلیلیں ملتی ہیں اور عام لوگ ان دلائل کو اپنے حق میں قبول کر کے خوش ہو جاتے ہیں، حقیقت میں مغفرت تو انہیں کے لئے مخصوص ہے جو اللہ کو پہچانتے ہیں۔
- فرمایا: عمل کا مفہوم اہل تقویٰ سے سیکھنا چاہیے۔
- فرمایا: قرآن اغواث سے سیکھنا چاہیے۔

- فرمایا: تصوف سالکان حق سے سیکھنا چاہیے۔
- فرمایا: صبر کا معنیٰ کربلا کی زمین سے پوچھنا چاہئے۔
- فرمایا: رضا کی حقیقت کتابوں سے نہیں مشاہدے سے معلوم ہوتی ہے۔
- فرمایا: گستاخ رسول ﷺ کی سو سال کی عبادت سے وفادار کتے کی ایک رات کی دربانی بہتر ہے۔
- فرمایا: عمل کو ریا سے پاک رکھنے کا نام اخلاص ہے۔
- فرمایا: کتے اور انسان کی پہچان طلب دنیا اور ترکِ دنیا سے ہوتی ہے۔
- فرمایا: نفس نار ہے، روح نور ہے، اگر انسان کا نفس طاقتور تو نیکیوں کو جلا دیتا ہے اگر روح طاقتور ہے تو انسان کے گناہوں کو جلا دیتی ہے۔
- فرمایا: یاد الٰہی اور شکر گزاری میں مصروف انسان کا پکا دشمن اس کا اپنا نفس ہوتا ہے۔
- فرمایا: ''من عرف نفسه'' میں نفس کو پہچاننا کیا ہے؟ اے اللہ کے بندے نفس کی ظاہری اور باطنی صورت کے ساتھ نفس کی عیاریوں اور مکاریوں کو پہچاننا ہے۔
- فرمایا: فقیری کے اظہار کے بعد فقیر فقر سے محروم ہو جاتا ہے۔
- فرمایا: جس کے دل میں دنیا کی عزت اور محبت ہے وہ شخص صدق کے معنیٰ سے جاہل ہے۔
- فرمایا: فرضِ انسانی یہ ہے کہ مخلوق کی خدمت کرے اگر وہ مخلوق سے محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کا دل خالق کی محبت سے خالی ہے۔

۞ فرمایا: نفس کی غلامی قبول کرنا نامردوں کا کام ہے نفس کو غلام بنا لینا مردانِ خدا کا کام ہے۔

۞ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ مجھ سے محبت کرو اور مخلوق کی خدمت کرو، نفس کہتا ہے کہ مخلوق سے محبت کرو اور اللہ کی خدمت کرو۔

۞ فرمایا: وہ شخص جاہل ہے جو مخلوق کو دیکھ کر خالق کو مانتا ہے وہ شخص عالم ہے جو خالق کو دیکھ کر مخلوق کو مانتا ہے۔

۞ فرمایا: دنیا سے محبت رکھنے والے کا وعظ دنیا داروں پر کس طرح اثر کر سکتا ہے؟ وعظ و بیان کے لئے نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک کی تاثیر چاہیے، آپ نے کنکریوں کو حکم دیا تو وہ کلمہ پڑھنے لگیں، مگر دنیا داروں کے دل کلمہ سنکر بھی کلمہ کا اثر قبول نہیں کرتے۔

۞ فرمایا: اللہ کے فرمانبردار کو عالم اور نفس کے فرمانبردار کو جاہل کہتے ہیں۔

۞ فرمایا: عارفین کے قلوب میں ہمیشہ ذکر الٰہی جاری رہتا ہے۔

۞ فرمایا: مؤمنوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک قسم وہ ہے جو اللہ سے ڈر کر عبادت کرتے ہیں، دوسری قسم کے لوگ اللہ سے ملاقات کے شوق میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

۞ فرمایا: عارفین کے قلوب میں پوری تحقیق اور تصدیق کے ساتھ حکمت کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔

۞ فرمایا: علمی تفصیل پر زہد فریفتہ ہو جاتا ہے۔

۞ فرمایا: آنکھ والوں کے لئے قلب نور کا محل اور دنیا تاریکیوں کا مکان ہے۔

۞ فرمایا: اُس شخص کا خاتمہ ضلالت پر ہوتا ہے جو عمرِ عزیز کو نفس کی اطاعت میں گزارتا ہے۔

۞ فرمایا: گناہ نہ کرنے پر قادر ہو کر بھی گنا کرنے والے سے بڑا کوئی گنہگار نہیں۔

۞ فرمایا: خدا سے ملنے کا شوق جو بندہ رکھتا ہے، اُسے ایک عرصہ دراز تک خود سے فرار ہونا پڑتا ہے۔

۞ فرمایا: توحید یہ ہے کہ تم توحید میں فنا ہو جاؤ۔

۞ فرمایا: اللہ باقی ہے مخلوق فانی ہے، روح باقی ہے جسم فانی ہے، روح سے اللہ کی طرف پیش قدمی کر اور جسم کو جسموں کی دنیا کی خدمت کے لئے وقف کر دے۔

۞ فرمایا: کیا عبادت کرنے سے خدا کا حق ادا ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو اسکی ہر مخلوق سے محبت کر۔

۞ فرمایا: اللہ اپنے محبوبوں کو معرفت کا نور عطا فرماتا ہے۔

۞ فرمایا: خدا کے علوم میں غور و فکر کرنا عبادت سے افضل ہے۔

۞ فرمایا: فقیر کا دل نہ خوشی سے خوش ہوتا ہے نہ غم سے مغموم۔

۞ فرمایا: بدعقیدہ شیطان کو چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت سے دور رہے۔

۞ فرمایا: حصولِ اطمینان قلب کے بعد قلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔

۞ فرمایا: یقین اللہ کا عطا کردہ نور ہے جس سے بندہ اول، آخر، ظاہر اور باطن کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۞ فرمایا: اگر تم خدا کو حاضر و ناظر مانتے ہو تو مخلوق کے تصور سے پاک ہو کر

عبادت کرو۔

- فرمایا: اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں غور وفکر کرنا چاہئے۔
- فرمایا: اللہ کی نعمتوں میں آنکھیں بڑی نعمت ہیں، غیر اللہ کو دیکھنے سے آنکھوں کو اندھا کر لینا چاہئے اور نورِ نظر کے صراطِ مستقیم پر چل کر آنکھیں بند کر کے اللہ کا دیدار کرنا چاہئے۔
- فرمایا: جس نے غیر اللہ سے کلام نہ کرنے کے عہد پر قائم رہا وہ اللہ سے الہامی زبان میں کلام کرے گا۔
- فرمایا: اللہ نے قلب کو اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے جس قلب سے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی وہ قلب ہی نہیں۔
- فرمایا: دنیا میں رہ کر دنیا ترک کرو، جب ساری دنیا سوتی ہے تم اس کی یاد میں جاگو ایمان کا معنٰی سمجھ جاؤ گے۔
- فرمایا: سب سے بڑا جھوٹا وہ ہے جو قرآن وحدیث کی بات کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا۔
- فرمایا: خلافت الٰہیہ کا منشاء خلفہ ءراشدین کے اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔
- فرمایا: عارف اُنہیں کہتے جو خدا کی علمی اِسمی اور صفاتی معرفت حاصل کرتا ہے بلکہ حقیقت میں عارف وہ ہے جو اس کی ذات سے آشنا ہو۔
- فرمایا: کامل صوفی بحرِ معرفت سے ابھر کر آسمان اِرادات کا چاند بن جاتا ہے۔
- فرمایا: جاہل انسان کی زبان شیطان کی بیٹی ہوتی ہے۔

- فرمایا: شیطان صفت لوگ خود کو عارف نہیں خود کو عالم ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ شیطان بھی عالم تھا، عارف نہیں۔
- فرمایا: نفع بخش تجربہ انسان کا بہترین دوست یا اُستاد ہوتا ہے۔
- فرمایا: اپنی خوشی کے لئے جینا اللہ سے بغاوت ہے دوسروں کی خوشی کے لئے جینا اللہ کی محبت کا پہلا زینہ ہے۔
- فرمایا: ایماندار تجارت عبادت سے افضل ہے۔
- فرییایا: اوامر ونواہی کا پختہ عامل قوم کا سردار ہوتا ہے۔
- فرمایا: بےوفا انسان کی دوستی سے باوفا انسان بھی شیطان کا بیٹا بن جاتا ہے۔
- فرمایا: حق گوئی انسانیت کا نور ہے، جھوٹ شیطان کا فریب ہے، صلۂ رحمی وفا کا وہ چراغ ہے جس سے ہزاروں چراغ جلائے جاسکتے ہیں۔
- فرمایا: حیا حسنِ اخلاق کی جان ہے۔
- فرمایا: بہترین انسان کی دانائی اس کے تقویٰ سے جڑی ہوتی ہے بدترین انسان کی جہالت اور ضد اس کے سر کا تاج ہوتی ہے۔
- فرمایا: وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے جو شرطِ عدل وانصاف پر اللہ کی مخلوق کو اپنا دوست بنالیتا ہے۔
- فرمایا: انسان کی عمر گھٹتی جائے اور مال ودولت بڑھتی جائے، اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کی راہ اور رضا میں خرچ کرے ورنہ مال ودولت کے ساتھ اپنی عمر کو بھی بڑھالے۔
- فرمایا: اپنے مفاد کے لئے اپنے حسب ونسب کا اعلانیہ دعویٰ کرنا خود اپنے

حسب ونسب کی توہین ہے، کیا سورج کو دعوے کی ضرورت پڑھتی ہے؟

- فرمایا: مضر انسان سے بے ضرر سانپ بہتر ہے۔
- فرمایا: انسانیت اور فتنہ انگیزی ایکدوسرے کے سخت دشمن ہیں، بہتر ہے انسانیت کی بقاء کے لئے فتنہ انگیزی کا خاتمہ کیا جائے۔
- فرمایا: باہمی اتحاد زمین کی آبرو ہے نفاق سے انسانیت بے آبرو ہوجاتی ہے۔
- فرمایا: شرم وحیا سخاوت کی جان ہے۔
- فرمایا: نمائش کو نہ عبادت کہتے ہیں نہ صدقہ۔
- فرمایا: تقویٰ جنت کا محبوب ہے اور ریا جہنم کی محبوبہ ہے۔
- فرمایا: اللہ کا دوست اللہ کی مخلوق کا دوشمن نہیں ہوسکتا کیونکہ جس کی سرشت میں محبت اور نفرت دونوں ملے ہیں وہ منافق ہے کیونکہ دوستی اللہ کو محبوب ہے دشمنی شیطان کو محبوب ہے۔
- فرمایا: اللہ کا دوست شجرِ نعمت کی مانند ہوتا ہے اگر اوپر چڑھو گے تو پھل دیتا ہے نیچے بیٹھو گے تو سایۂ رحمت دیتا ہے۔
- فرمایا: توکل پرندوں سے قناعت اور وفا کتے سے سیکھنا چاہئے۔
- فرمایا: سلام میں پہل کرو اس عمل سے شیطان رسواء ہوجاتا ہے۔
- فرمایا: دعا دل کے اخلاص کا نام ہے۔ لہٰذا دوسروں کے لئے مخلص ہونا چاہئے تاکہ صدائے مخلص خالی نہ جائے۔
- فرمایا: اپنے لئے دعا مانگنے والا خدا سے ہی خدا کی شکایت کرتا ہے کہ مجھے تو نے اپنی فلاں ملکیت کا مالک کیوں نہیں بنایا۔

- فرمایا: کسی بھی بے گناہ انسان کے قتل کے خون کے چھینٹے زمین پر گرنے سے پہلے عرش کو سرخ دغدار کردیتے ہیں۔
- فرمایا: ناحق ظلم کا زخم دل سے گذر کر روح کو چھلنی کردیتا ہے۔
- فرمایا: صدقات اور خیرات سے بلائیں ٹل جاتی ہیں، بخل وجہالت سے دین ٹل جاتا ہے۔
- فرمایا: انسانیت کے اخلاص اور گفتگو سے انسان کی شخصیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔
- فرمایا: دنیا کو دوست بنانا آسان ہے اللہ کو دوست بنالینا سخت مشکل ہے۔
- فرمایا: دعا کی بھیک سے مخلص اعمال بہتر ہیں جس کے باعث ہر انسان آپ کے حق میں دعا کرے۔
- فرمایا: دوست کو دشمن بنالینا بدبختی کی علامت ہے دشمن کو دوست بنالینا اخلاص کی عزت ہے۔
- فرمایا: بزدل ہر جگہ ناکام کیوں ہوتے ہیں، شیر دل کامیاب رہتے ہیں اور کامیابی ایک ایسی تدبیر ہے جس سے تقدیر بدل جاتی ہے۔
- فرمایا: خوش اخلاقی علم کی جان ہے اور بد اخلاقی سے علم جہل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔
- فرمایا: صبر ورضا ہی انسان کی صحت کا نور ہے۔
- فرمایا: دنیا کی دوکان سے اتنا ہی سامان خریدو جتنا ضرورت زندگی کے لئے کافی ہے اسی کا نام قناعت ہے ورنہ بدبخت حریص کے لئے ایمان کا دروازہ

بند ہو جاتا ہے۔

- فرمایا: اے مہر کے عوض خریدی ہوئی ماں کے بیٹے! زمین پر نہ اترا کر چل، نہ تکبر سے سر اُٹھا کے جی، تیرے حقیر جسم کی جان کا مالک سب کچھ دیکھ رہا ہے۔
- فرمایا: رات کی تاریکی میں اللہ کے حضور قیام و رکوع کرنے والا قیامت میں نور کی شکل میں نمودار ہوگا۔
- فرمایا: اخلاص سے نفس زیر ہوتا ہے، اعمال صالحہ سے شیطان شرمندہ ہوتا ہے۔
- فرمایا: شقی کی علامت یہ ہے کہ وہ نفس کا غلام ہوتا ہے۔
- فرمایا: جھوٹی قسم کھانے سے انسانیت شرمسار ہو جاتی ہے۔
- فرمایا: خداشناس حکیم کی جان غذا کی محتاج نہیں ہوتی۔
- فرمایا: خدا کی نعمتوں کا حق نہ انسان ادا کر سکتا ہے نہ فرشتہ۔
- فرمایا: اللہ کے دوست کے ہاتھ میں اللہ کے نام کی لاٹھی ہوتی ہے اس کی ضرب سے ڈرو ورنہ دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔
- فرمایا: اس انسان سے حیوان بہتر ہے جس کی عمر نیکیوں سے خالی گزر گئی۔
- فرمایا: معمولی خطائیں خود معاف کرو اور مجرموں کو شریعت کے حوالے کرو۔
- فرمایا: انعام اور انتقام میں اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔
- فرمایا: خدا کے باغی پر نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

- فرمایا: مغرور خود پرست کے علم سے انپڑھ کی نادانی بہتر ہے۔
- فرمایا: جو اللہ کے دوست کا دوست نہ ہو اس سے بڑا یتیم ہم نے نہیں دیکھا۔
- فرمایا: بدکاروں کو اچھا کہنے والوں سے بچو خواہ لوگ تمہیں برا کیوں نہ کہیں۔
- فرمایا: اللہ کو چھوڑ کر انسان سے اپنے مفاد کی امید رکھنے والے اکثر دکھ درد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
- فرمایا: دوسروں کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ خود کی تخلیق پر غور کرو کہ تم کس قدر حقیر ہو۔
- فرمایا: دنیادار تنگ دستوں سے دور خوشحال کے قریب ہوتے ہیں۔
- فرمایا: آنکھ کی پسند دل کو مردہ کر دیتی ہے۔
- فرمایا: سیدھی راہ پر چلنا مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں۔
- فرمایا: دُکھ درد رنج و الم، مرض وغیرہ بظاہر آفتیں ہیں بباطن تم ان لوگوں کی فہرست میں ہو جنہیں خدا یاد کرتا ہے۔
- فرمایا: مفلسی اور تنگ دستی میں اللہ کی راہ میں صدقہ دو یہ اللہ کے ساتھ تجارت ہے۔
- فرمایا: اخلاص عمل کی جان ہے۔
- فرمایا: ادب علم سکھاتا ہے اور علم پر عمل کرنا بہترین عبادت ہے۔
- فرمایا: اخلاص انسان کی شریف حیا سے پیدا ہوتا ہے۔
- فرمایا: متزلزل عقیدہ شرک سے بدتر ہے۔
- فرمایا: وقت کا ہر لمحہ دنیا میں کہیں نہ کہیں آفات نازل کرتا ہے۔

۞ فرمایا: عبادت کا معنیٰ یہ نہیں کہ ہم اللہ کو یاد کریں بلکہ خالص عبادت یہ ہے کہ اللہ ہمیں یاد کرے۔

۞ فرمایا: عقلمند عجز سے مرتبہ پاتا ہے، نادان باپ دادا سے حاصل شدہ مراتب سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

۞ فرمایا: دوستی کا جذبہ مخلص ہو تو انسان کو فرشتوں سے بہتر بنادیتا ہے۔

۞ فرمایا: علم و عمل کا غرور انسان کو شیطان بنادیتا ہے۔

۞ فرمایا: انسان کے دو بدترین دشمن ہوتے ہیں بری صحبت اور بری عادت۔

۞ فرمایا: وہ شخص بڑا کمینہ ہوتا ہے جو احسان کر کے جتاتا ہے۔

۞ فرمایا: انسان کی شخصیت زبان کے پردے میں پوشیدہ رہتی ہے۔

۞ فرمایا: کمزور و ناتواں سے انتقام لینا شقاوت ہے، اس کے بدلے معاف کر دینا بہترین انتقام ہے۔

۞ فرمایا: تجربات کی روشنی میں راہ چلنے والا ایک دن منزل تک ضرور پہنچتا ہے۔

۞ فرمایا: سچوں کو دنیا میں تکلیف اور آخرت میں نجات حاصل ہوتی ہے، جھوٹوں کو دنیا میں راحت اور آخرت میں تکلیف حاصل ہوتی ہے۔

۞ فرمایا: اللہ کے دوست کا دشمن دونو جہان کی سعادت سے محروم ہوجاتا ہے۔

۞ فرمایا: متقی تنگ دست گنہگار امیر سے بہتر ہے۔

۞ فرمایا: عقلمند تجربات سے سبق اور ترقی حاصل کرتا ہے۔

۞ فرمایا: معاف کرنا اللہ کی صفت ہے انتقام لینا شیطان کی علت ہے۔

۞ فرمایا: کامل ولی کی خاموشی معرفت ہے اور گفتگو شریعت ہے۔

۞ فرمایا: نمائشی عمل اور عمل صالحہ ایک دوسرے کی ضد ہے، ایک ریا ایک عبادت ہے۔

۞ فرمایا: حرص انسان کو خدا سے دور اور دنیا میں ذلیل کر دیتی ہے۔

۞ فرمایا: حکمت خدائی نعمت ہے جہاں سے بھی ملے لے لو۔

۞ فرمایا: خود کیلئے کچھ اور دوسروں کیلئے کچھ پسند کرنا منافق کی نشانی ہے۔

۞ فرمایا: کڑی محنت کا لقمہ ہر عبادت کی بنیاد ہے۔

۞ فرمایا: نصیحت تقریر سے نہیں نیک اعمال سے کی جاتی ہے۔

۞ فرمایا: اطمینان کا پہلا قدم جلد باز کی منزل سے بہتر ہے۔

۞ فرمایا: صورت ظاہر ہے سیرت باطن ہے۔ لہٰذا صورت کو نہیں سیرت کو دیکھنا چاہئے۔

۞ فرمایا: تمہارے دشمن اور تمہارے منہ پر تعریف کرنے والے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

۞ فرمایا: مال اور دولت کی کوشش میں انسان زندگی سے دور اور موت سے قریب ہوجاتا ہے۔

۞ فرمایا: جب انسان زمین کے اندر خاموش سو جاتا ہے تو اسکی کمائی ہوئی دولت اس کے بچوں میں زمین پہ خوشیاں مناتی ہے۔

۞ فرمایا: صاحب اختیار عابد پر عبادت فرض ہے، صاحبِ اضطرار فقیر کی عبادت خود عبادت گاہ کرتی ہے۔ جس طرح سہیل بن عبداللہ تستری علیہ رحمۃ اللہ نے دیکھا کہ سب لوگ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں مگر کعبہ خود ایک بڑھیا کا

طواف کر رہا تھا۔

- فرمایا: یہ دنیا بداعمال بدکردار ہوکر بوڑھی ہوگئی ہے انشاء اللہ یہی دنیا عن قریب نئی ہوجائے گی۔
- فرمایا: دل کی بات دل میں رکھو اگر دل سے نکل گئی تو ممکن ہے وہ افواہ بن جائے۔
- فرمایا: لوگ اچھوں کو بُرا اور بُروں کو اچھا کہتے ہیں بہتر ہے تو لوگوں کے درمیان بُرا ہی رہ لے۔
- فرمایا: لوگ تجھے اگر اچھا کہنے لگیں تو فوراً خود میں جھانک کر دیکھ کہ تو خدا کے ساتھ ہے یا دنیا کے ساتھ۔
- فرمایا: بے وقوف شور میں شرابہ کرتا ہے اور عقلمند خاموشی میں بولتا ہے۔
- فرمایا: عیب سے عالم وجاہل خالی نہیں ہوتے مگر عالم اپنا عیب خود دیکھتا ہے اور جاہل کا عیب لوگ دیکھتے ہیں۔
- فرمایا: عالم کا علم ظاہر اور نفس کا جہل پوشیدہ رہتا ہے۔
- فرمایا: انسان کے دو دشمن ہوتے ہیں ایک اس کا نفس دوسرا اس کے باہر اہل نفس، آخری انجام تو موت ہے بہتر ہے باہر کے دوشمن کی بجائے خود کے نفس کے خلاف اللہ کی راہ میں جہاد کرے، یہ جہاد اکبر ہے۔
- فرمایا: بے عمل عالم کی تقریر سے جاہل کی خاموشی بہتر ہے۔
- فرمایا: انسان کو سخت ٹھوکریں کھانے کے بعد تجربہ کے ساتھ عبرت حاصل کرنا چاہئے کیونکہ عبرت علم کی اصل ہے۔

- فرمایا: خوف سے رجا عوام کے لئے بہتر ہے رجا سے خوف خواص کے لئے بہتر ہے اور دونوں سے بے نیازی اختیار کرنا مردانِ آزاد کے لئے بہتر ہے۔
- فرمایا: منافق اپنی زندگی کی بنیاد جھوٹ پر رکھتا ہے۔
- فرمایا: بداخلاقی کا جواب خوش اخلاقی سے دینا مؤمن کی نشانی ہے اور اخلاق ولایت کی کنجی ہے۔
- فرمایا: انسان کچی مٹی سے بنا ہے سختی سے بگڑ جائے گا، نرمی سے بکھر جائے گا اور محنت سے سنور جائے گا۔
- فرمایا: اللہ سے بہتر کوئی دوست نہیں جو ہمیشہ ہر جگہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اس لئے خود کو اس کی دوستی کے قابل بنالو۔
- فرمایا: جب انسان خواہش کی بنیاد پر گناہ کرتا ہے تو اللہ ستار اور غفار ہوجاتا ہے اور جب تکبر کے ساتھ جبراً کسی کو گناہ میں ملوث کرتا ہے تو اللہ قہار وجبار ہوجاتا ہے۔
- فرمایا: حیا ایمان کی جان ہے اور جب انسان بے حیا ہوجاتا ہے تو ایمان کھوکھلا ہوجاتا ہے۔
- فرمایا: بدبخت اپنے مقدر سے بغاوت کرتے ہیں۔
- فرمایا: طعنہ زنی اور مذاق میں کسی کا مذاق اُڑانا یہ بدترین خصلتیں ہیں۔
- فرمایا: ترش لہجہ اور چبھتے الفاظ شیطان کے ہتھیار ہیں۔
- فرمایا: بھیک اور خیرات کا مال قوم کو کاہل عیار اور زوال پذیر کردیتا ہے۔

- فرمایا: بھیک اور خیرات کے مال سے دین کی تعمیر کرنا خدا کے دین کا مذاق اُڑانا ہے۔
- فرمایا: نمائش کے لئے دین کا استعمال کرنا منافق کا کام ہے۔
- فرمایا: اگر تم انسانیت کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اندر عدل وانصاف کا جذبہ پیدا کرلے کیونکہ یہی جذبہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔
- فرمایا: تمہاری خوشیوں میں ہنسنے والوں سے تمہارے دکھ میں رونے والا ہی تمہارا سچا دوست ہے۔
- فرمایا: خیر وشر امتحانات ہیں مؤمن خیر میں کامیاب جیتا ہے منافق شر میں ڈوب کر مر جاتا ہے۔
- فرمایا: اللہ نے انسان کی سرشت میں دوستی نام کا جذبہ رکھا ہے جس سے اخلاص پیدا ہوتا ہے دوستی کی قدر کرو کیونکہ اللہ دوست کو محبوب رکھتا ہے۔
- فرمایا: جس علم سے ادب نصیب نہ ہو اس علم کو سیکھنے سے انسان شیطان بن جاتا ہے۔
- فرمایا: علم جب اسلحہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے تو قوم وملت دین ودھرم کے ساتھ انسانیت اور انسانوں کی دنیا کو تباہ کردیتا ہے۔
- فرمایا: صبر رحمت کا دروازہ ہے، صابر رہ وہ تیرے لئے ضرور کھلے گا۔
- فرمایا: خدا وہ چیز تجھے ضرور عطا کرے گا جو تیرے لئے مقدر کی گئی ہے۔
- فرمایا: شراب کا نشہ انسان کو رسوا کرتا ہے مگر دولت کا نشہ انسان کو فرعون بنا

دیتا ہے۔

- فرمایا: اللہ والے مخلوق سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔
- فرمایا: نیک گمان والے کے ساتھ اللہ ہوتا ہے اور بدگمانی کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔
- فرمایا: فضول بحث ومباحثہ کرنے والوں کا امیر شیطان ہوتا ہے۔
- فرمایا: حق گوئی سچی قسم سے بہتر ہے۔
- فرمایا: اللہ سے محبت کرنے والے اس کی مخلوق سے نفرت نہیں کرسکتے۔
- فرمایا: متقی اسے کہتے ہیں جس میں اللہ کا خوف اور حیا ہو۔
- فرمایا: رشتے ناطوں کی زنجیروں سے رہا ہو کر خود کو اللہ کے سپرد کردینا مردانِ خدا کا کام ہے۔
- فرمایا: اللہ کا شکر ادا کرو جب تمہاری حاجت پوری ہو اگر نہ پوری ہو تو صبر کرو کیونکہ صبر رحمت کا دروازہ کی کنجی ہے۔
- فرمایا: عالم کو شیطان ہرا سکتا ہے پر اہل یقین سے شیطان ہار جاتا ہے۔
- فرمایا: خوف مرض ہے شوق آگ ہے، محبت مٹاتی ہے اور خدا زندہ کرتا ہے۔

☆☆☆

حُسن سلوک

- حسن سلوک ہر نیکی کی ماں اور ہر نیک عمل کا باپ ہے اور صبر حسنِ سلوک کی اولاد ہے۔
- حسنِ سلوک روح کا معیار اور عزت کا محافظ ہے۔
- حسنِ سلوک گنہگار کو اخلاق کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔
- حسنِ سلوک کے بغیر انسان اور انسانیت بیوہ کی مانند ہے۔
- حسنِ سلوک کریمانہ اخلاق کا خزانہ ہے جو اللہ کو انتہائی محبوب ہے۔
- حسنِ سلوک کیلئے ہی انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔
- حسنِ سلوک سے انسان کی شخصیت تاریخ ساز ہو جاتی ہے۔
- حسنِ سلوک کے بغیر جنت کا تصور کرنا بے وقوفی ہے۔
- حسنِ سلوک سرداری کا سر اور بد سلوکی ہر گناہ کی جڑ ہے۔
- حسنِ سلوک کے جذبہ سے عاری شخص کو اللہ دونوں جہان میں ذلیل کر دیتا ہے۔
- حسنِ سلوک کے بغیر کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی۔
- حسنِ سلوک ایک ایسا علم ہے اگرچہ شیطان کو حاصل ہوتا تو وہ ہرگز ملعون نہ ہوتا۔
- حسنِ سلوک کے رواداری کی تعظیم ہر انسان خود پر لازم کر لیتا ہے۔

- حسنِ سلوک شریف والدین کی وراثت ہے جو شریف اولاد کو میسر آتی ہے۔
- شیطان اور انسان میں صرف حسنِ سلوک کا فرق ہے۔
- ہر نیک عمل حسنِ سلوک کے بغیر بد دعا کی مانند ہوتا ہے۔
- حسنِ سلوک کے دشمن سے اسطرح بھاگو جیسے بھیڑ بھیڑیئے سے بھاگتا ہے۔
- حسنِ سلوک سلوک الی اللہ کا پہلا زینہ ہے جس کے بغیر انسان خدا تک رسائی پا نہیں سکتا۔
- عبادت فرشتوں کی عزت ہے مگر حسنِ سلوک وہ نعمت ہے جو صرف انسان کو عطا کی گئی ہے۔
- حسنِ سلوک وفا کا نام ہے جو باوفا ہے اس کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہیں آتا۔
- حسنِ سلوک مرد کے سر کا تاج اور عورت کے گلے کا ہار ہے۔
- حسنِ سلوک کی نعمت خادم میں بہ نسبت مخدوم کے زیادہ ہوتی ہے۔
- جذبۂ حسنِ سلوک کو اگر کوئی صورت عطا کی جاتی تو وہ فرشتوں سے زیادہ خوبصورت ہوتی۔
- دشمن کو تلوار سے نہیں حسنِ سلوک سے شکست دو۔
- تاریخ میں وہی قوم زندہ رہتی ہے جو حسنِ سلوک سے دوسروں کے دلوں کو جیتنے کا فن جانتی ہے۔

☆☆☆

جذبۂ احسان

- احسان فراموش اللہ کا غدار اور شیطان کا وفادار ہوتا ہے۔
- جذبۂ احسان جنت کی کنجی ہے۔
- جذبۂ احسان ازلی امانت ہے جو ازلی سعید کو عطا کی جاتی ہے۔
- ظالم پر احسان یہ ہے کہ اس کے ظلم کی وجہ پوچھ کر اس کی اصلاح کی جائے اور مظلوم پر احسان یہ ہے کہ اس کی آنکھوں میں پڑھ کر اس کی مظلومیت سے نجات دلائے۔
- جذبۂ احسان کا وارث صرف وہ انسان ہے جس پر فرشتے ناز کرتے ہوں۔
- بلاتفریق مذہب وملت جذبۂ احسان کا مظاہرہ کرنا ہر اعلانیہ عبادت سے افضل ہے۔
- احسان خدمتِ خلق اور سلوک الی اللہ کا نام ہے۔
- ہر آدمی شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے مگر محسن کے اخلاق سے شیطان شرمندہ ہو جاتا ہے۔
- فعل وقول کے تضاد سے پاک جذبہ کا نام احسان ہے اور جذبۂ احسان ہر عبادت کی جان ہے۔
- جذبۂ احسان سے انسانیت کی تعمیر اور حق تعالیٰ کا قرب عطا ہوتا ہے۔
- جذبہ احسان کی قدر محسن حضرات کے سوا کوئی نہیں کرتا اگر عام انسان جانتا

تو کیا وہ اللہ کا ولی نہ ہو جاتا۔

- اگر جذبۂ احسان کو اللہ تعالیٰ شکل عطا کرتا تو جنت اس کے حسن سے شرمندہ ہو جاتی۔
- احسان وہ جذبہ ہے جس سے دشمنوں کے سر جھک جاتے ہیں۔
- دنیا سے برائی کو ختم کرنے کی تدبیر سوائے احسان کے اور کوئی نہیں۔
- احسان ایمان کا نور ہے جس سے جہنم کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔
- جذبۂ احسان کے بغیر ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا اور ادھورا ایمان فالج زدہ انسان کی طرح ہوتا ہے۔
- جذبۂ احسان انسان کی ازلی پونجی ہے جس نے اس کی ناقدری کیا وہ دین ودنیا میں رسوا ہو گیا۔
- محسن پردۂ ستاریت میں پوشیدہ رہتا ہے اور اس کے اخلاق فرشتوں میں مشہور ہوتے ہیں۔
- محسن کبھی غمگین اور حریص نہیں ہو سکتا۔
- محسن آقا اور احسان منداس کے غلام ہوتے ہیں۔
- اپنے کئے ہوئے احسان کو بھول جاؤ اور پرائے احسان کو یاد رکھو۔
- علمِ معرفت کا مستحق صرف وہی شخص ہے جس میں جذبۂ احسان موجود ہو۔
- محسن خدا اور احسان مند کے درمیان احسان ایک گہرا راز ہوتا ہے جب محسن اس راز کو فاش کر دیتا ہے تو وہ مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے۔
- احسان فراموش سانپ کی مانند احسان کو یاد رکھنے والا وفادار غلام کی مانند

اور بے غرض احسان کرنے والا فرشتوں سے بہتر عابد ہے۔

- احسان کے بغیر عمل ظلم اور عدل کے بغیر احسان مفاد پرست چاپلوس ہے۔
- محسن وہ ہے جس پر اس کا پڑوسی اس پر فخر کرے۔

اطمینان

- اللہ کی محبت میں غرق رہنا اطمنان سے بہتر ہے۔حضرت آدم علیہ السلام جنت سے مطمئن ہوگئے بالآخر آپ کو جنت سے نکال دیا گیا زرا سوچو اگر بندہ دنیا کے حصول کے بعد مطمئن ہو جائے تو اس کا کیا انجام ہوگا۔
- ہر بات میں عورتوں کی رائے سے اتفاق ہرگز نہ کرو، حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کی رائے سے اتفاق کر کے کیا اللہ کا منع کردہ پھل نہیں کھالیا۔
- ہر کام کے کرنے سے پہلے اللہ کے عقلمند دوستوں سے باہمی مشورہ کر لیا کرو تاکہ انجام کار حضرت آدم علیہ السلام کی طرح پچھتانا نہ پڑے۔
- عملِ صالحہ پر اطمینان کے لئے جو شخص دوسرں کی تعریف کا محتاج ہوتا ہے وہ یقیناً ریاکار ہے۔
- عیب جوئی سے قلبی سکون غارت ہو جاتا ہے۔عیب جوئی دغا باز تیر ہے اس تیر کے چلانے سے پہلے یہ سوچو کہ یہی تیر کوئی دوسرا تم پر چلانے کے لئے تیار بیٹھا ہوگا۔
- اطمینانِ قلب کے بغیر ایک پارسا کے ہزار بار توبہ کرنے سے بہتر ایک گنہگار کی وہ توبہ ہے جو اطمینان قلب اور ندامت کے ساتھ کی جاتی ہے۔

- اطمینان سے مرے ہوئے مردوں کو تو ہزاروں اللہ والوں نے زندہ کیا مگر مردہ دلوں کو زندہ کرنے سے بڑے بڑے لوگ عاجز آگئے۔
- اطمینان قلب کا ایک یہ بھی درجہ ہے کہ وہ دو سفر کی تیاری ایک ساتھ کرتا ہے۔ایک دنیا میں اللہ کا پسندیدہ توشہ رکھتا ہے جو زندگی کے سفر میں کام آتا ہے دوسرا سفرِ آخرت سے پہلے اللہ کے حضور بھیج دیتا ہے۔
- اطمینان قلب خالص محبت کو کہتے ہیں جوان دیکھے خدا سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور دکھائی دینے والی اس کی مخلوق سے عبادت کی طرح محبت کرتا ہے تو وہ شیطان ہے۔

جذبۂ عفو

- خدا کی قسم! خدا اس شخص کو ہرگز معاف نہیں کرتا جو اس کے بندوں کی خطاؤں کو معاف نہیں کرتا۔
- جذبۂ عفو محبت کی ماں ہے۔لہٰذا خدا کی قدرت میں ہر چیز سے محبت کرو، خواہ وہ دوست ہو یا دشمن بس یہی صوفیان کرام کا مذہب ہے۔
- اگر تم اللہ کی بخشش کے طلبگار ہو تو بے جا قسمیں کھا کر دنیا داروں کو اللہ کی محبت کا یقین نہ دلاؤ یہ ریاکاری ہے۔
- جذبۂ عفو اسے کہتے ہیں، اگر کوئی شخص تیرے ساتھ سو بار بھی برا سلوک کرے اور وہ سو بار بھی تجھ سے معافی مانگے تو اس کو معاف کر دے یہ حقوق العباد ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

- جذبۂ عفو کا بہترین درجہ یہ ہے کہ تیری نظر سے کوئی انسان ہرگز نہ گرنے پائے خواہ وہ خود کی نظر سے کیوں نہ گر چکا ہو۔
- علم اور دولت سے شہرت یافتہ کے دل سے اللہ جذبۂ عفو کو مفقود کر دیتا ہے۔
- جذبۂ عفو خوشبو اور غرور بدبو کی مانند ہے۔

دوستی

- برے دوستوں کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ اس شیطان کی مانند ہوتا ہے جو انسان کے حواس پر مسلط ہو جاتا ہے۔
- انسان کا بہترین دوست اس کا بہترین عمل ہے جو انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھتا ہے۔
- بہترین دوست اللہ کے باغ کا ایک ایسا پھول ہے جس کی قربت سے روح معطر ہو جاتی ہے۔
- علم و عقل کے بغیر نہ عبادت ہوتی ہے نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے۔
- دوست کی تحریر دوست کے لئے الہام ہے اور دوشمن کے لئے قلم کی سیاہی۔
- دوستی میں فراق سے دوست کے دل میں آتشِ وصال بھڑک اُٹھتی ہے۔
- دوستی ایک قیمتی وقت ہے جو اس کی ناقدری کرتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے۔
- ایک دوست اگر دل رکھتا ہے تو دوسرے دوست کے دل کو ہرگز نہیں دکھاتا۔
- نیکوکار گلاب کی مانند اور منافق کانٹوں کی مانند ہوتے ہیں۔
- نافرمان اہل نفس کی اولاد ماں باپ کو رسواء کر دیتی ہے۔

حُسن

- حسن شرم وحیا کی چادر سے آزاد ہو جاتا ہے تو نمائش کا سامان بن جاتا ہے۔
- ماں باپ کی عزت کرنے والی اولاد کے چہروں پر اللہ کا حسن و جمال تابندہ رہتا ہے۔
- دل کی حسین نیت کے سامنے دولت اور شہرت کا حسن مردہ ہو جاتا ہے۔

وعدہ

- ایفائے عہد اور توکل کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے۔
- وعدہ ایک قسم کی زنجیر ہے جس کو خود وعدہ کرنے والا اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے اگر وہ کیا ہوا وعدہ توڑ دیتا ہے تو قیامت تک وہ زنجیر اس کے گلے میں پڑی ہوگی۔
- وعدے کی اہمیت خود اللہ نے جتا دی ہے کہ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا، وعدہ کرنا بندے کی علامت ہے وفا کرنا اللہ کی سنت ہے۔
- وعدہ خلافی سے انسان کی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

سوال اور مال

- بیشک فقیر کا سوال اللہ کا سوال ہوتا ہے جس نے فقیر کے سوال کو پورا کیا اس نے اللہ کے سوال کو پورا کیا کیونکہ فقیر اللہ کی جانب سے بھیجا جاتا ہے۔
- جس نے فقیر کے لئے اپنے مال کے دروازے بند کر لئے اس نے اللہ کے لئے اپنے دروازے بند رکھے۔
- فقراء کی ذات پر خرچ کرنا اللہ کی ذات پر خرچ کرنا ہے۔
- جس کے مال میں فقیر کا حصہ نہیں اس کا مال عظیم فتنہ بن جاتا ہے اور اس کی اولاد اس کے لئے وبال بن جاتی ہے۔
- بیشک اولاد اور مال فتنہ ہیں اگر وہ اللہ کی رضا کے مطابق نہ ہوں۔
- اللہ نے فرمایا: اَلصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (التوبۃ ۹:۶۰، پارہ ۱۰) یعنی تیری پاک کمائی کا حصہ کے پہلے حقدار اللہ کے فقیر ہوتے ہیں۔
- اگر فقیر کو تو نے لباس پہنایا جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہتا ہے تب تک تو تیری عزت اور تیرا مال اللہ کے ستاریت کے پردے میں حفاظت کے ساتھ رہتا ہے۔
- اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالے سلطان کی سلطنت کا محافظ خود اللہ ہوتا ہے۔
- سائل کا سوال پورا کرنے میں ٹال مٹول نہ کر، کل کا وعدہ نہ کر، کیا معلوم کے کل تو اور وہ رہے یا نہ رہے۔

- جس طرح تیرے جسم پر تمام اعضاء کا حق ہے کہ تو اُنہیں رزق مہیا کرنے کا سبب بنے بالکل اسی طرح تیرے مال میں اللہ نے فقراء مساکین قویش واقرباء اور غرباء، نادار یتیموں کا بھی حق رکھا ہے اور یاد رکھ تو مسبب نہیں سبب ہے۔
- بخل نے کئی حکمرانوں کی حکومتوں کو تباہ کر دیا تو کیا چیز ہے کہ بخل سے اپنی زندگی سنوارنے چلا ہے۔

☆☆☆

بھلائی

- اللہ کے لئے ایک دوسرے کے مددگار بنوتا کہ اللہ تمہارا مددگار بنے۔
- اللہ کی رضا میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ براہِ راست اللہ کے خزانے تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اللہ اپنے خزانے سے تجھے ایک کے بدلے دس عطا کرے گا۔
- بخیل شخص شیطان کا ہمراز اور اس کا وفادار دوست ہوتا ہے۔
- اللہ کی رضا کے لئے باہم بھلائی کرو یہی تمہارا توشۂ آخرت ہے۔
- گنہگار اور بدکار فاسق منافق کی مدد کرنا گویا اپنے دین کو اپنے ہی ہاتھوں برباد کرنا ہے کیونکہ مستحق کو چھوڑ کر غیر مستحق پر وہ مہربان ہو گیا۔
- اس شخص سے پرہیز کرو جو تمہیں دنیا کی محبت میں گرفتار کر کے آخرت سے غافل کر دے۔
- وہ دور کتنا عجیب ہوگا جب لوگ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی وضع قطع اختیار کر کے جلسے اور جلوسوں کے ساتھ گشت کریں گے اور دنیا کے بازار کی زینت بنیں گے مگر یہ بھول جائیں گے کہ اسی دنیا کے بازار میں ہی ان کا کفن بھی محفوظ رکھا ہوگا۔

مُتفرّق اقوال

- انسان کا برا عمل بدبخت سیاہی ہے جو پہلے دل کو بعد چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔
- ہر حال میں اللہ سے راضی رہنے والا بہترین عابد ہے۔
- ہر حال میں مسکرانے والا چہرہ انسان کے قانع ہونے کی دلیل ہے۔
- مظلوم کا دل آہوں سے لبریز ہوتا ہے۔لہٰذا چھیڑ چھاڑ نہ کرو ورنہ جل کر خاک ہو جاؤ گے۔
- آپسی رنجش سے بھائی چارگی اور دوستی برباد ہو جاتی ہے۔
- کامیاب انسان کی علامت یہ ہے کہ وہ لغو بحث اور مباحثہ سے ہمیشہ پرہیز کرتا ہے۔
- دنیا میں نئی نئی چیزیں ایجاد کر لینا عقلمندی نہیں بلکہ خود کی تلاش کر لینا عقلمندی ہے۔
- غم جب مایوسی میں ڈھل جاتا ہے تو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔
- ندامت سے گناہ ڈُھل جاتے ہیں اور تکبر سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔
- زندگی کو زندہ رکھنا مردانِ خدا کا کام ہے۔
- مال سے خالی دنیا سنورتی ہے اعمال سے دائمی آخرت سنورتی ہے۔
- اگر سلامتی چاہتے ہو تو خلوت نشین ہو جاؤ۔
- صحت حکمت اور عبادت کا حسن اعتدال میں پوشیدہ رہتا ہے۔

- قلم اور زبان کی شرارت سے انسان کے دین میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔
- ایسا کام ہرگز نہ کرو جس کو دوسرں سے چھپانے کی نوبت آئے۔
- پوری تحقیق کے بغیر نہ کوئی فیصلہ کرو نہ منصف بنو۔
- کسی بھی صلاحیت کا غلط استعمال انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔
- غصے کا انجام ندامت ہے۔
- بہترین انسان اپنی تعریف پر مغرور نہیں شرمندہ ہوتا ہے۔
- بدگمانی سے پرہیز کرو کیونکہ بدگمانی کا مبتلا ہر شخص کو اپنے جیسا ہی سمجھتا ہے۔
- بشری کمزوریوں پر غالب آنا اعلیٰ درجہ کا ظرف ہے۔
- بیکار انسان مجازی عشق سے خود کو فریب دیتا ہے۔
- خدا سے غفلت کا ہر لمحہ ایک نئی مصیبت لیکر آتا ہے۔
- عیب جو اپنے سوا ہر ایک میں آسانی سے عیب تلاش کر لیتا ہے۔
- حریص کا ایمان بے بنیاد عمارت کی مانند کھوکھلا ہوتا ہے۔
- ذہانت عقل کی معراج اور گویائی زبان کا بہترین کمال ہے۔
- عقلمند اسے کہتے ہیں جو اپنے تجربات کی روشنی میں کامیاب مقام تک پہنچ جاتا ہے۔
- تجربات انسان کی ترقی کے مضبوط زینے ہیں۔
- تضیع اوقات سے انسان کی عمر برباد ہو جاتی ہے۔
- افلاس کا رونا رونے والا ہمیشہ مفلس ہی رہتا ہے۔
- تیرے غیر کا مذاق نہ اُڑا، ممکن ہے کل تیرا غم تیری خوشی کا مذاق اُڑائے۔

- شریف انسان علم سے عبرت حاصل کرتا ہے اور کمینہ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
- سائل پر شفیق ہو جا کل کہیں ایسا نہ ہو کہ تو سائل بن جائے اور دوسرا تجھ پر صحت۔
- مفلوک الحالی کی شکایت اُس حال کے وارد کرنے والے کی شکایت ہے۔
- اگر تو کسی کے احسان کا بدلہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو دل سے دعا اور زبان سے شکریہ ادا کر دے۔
- احسان فراموش ناشکرا خدا کا غدار ہوتا ہے۔
- فضول اُمیدوں کے سہارے جینا حماقت ہے۔
- قبرستان کی خموشی عبرتناک تقریر کرتی ہے جس کو روح کے کانوں سے سماعت کرنا چاہیے۔
- پل پل گھٹنے والی عمر کی دولت سے بے وقوف خوش ہوتے ہیں اور عقلمند غمگین۔
- انسان کو اپنی صحت کی فکر ضرور کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہزاروں بیماریوں کے نشانے پر ہوتی ہے۔
- ہر لمحہ حکمت کا نزول ہوتا ہے اگر تجھے اس کا علم نہیں ہے تو فرسودہ خیالات سے توبہ کر۔
- تجربہ کار جوان کی نصیحت بیوقوف بوڑھے کی دولت سے بہتر ہے خواہ وہ بے وقوف تیرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔
- خلوت اختیار کر۔ ورنہ تمام لوگ تیرے عیبوں کے جاسوس ہیں۔

- باہمی محبت کا پاس رکھو، تمہاری محبت عبادت میں تبدیل ہوجائے گی۔
- سوال کی نوعیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر جواب دینا کبھی کبھی ناکامی کا سبب بن جاتا ہے۔
- ہنسی مذاق سے وقت کو ہلاک مت کرو ورنہ وقت تمہیں ہلاک کردے گا۔
- اپنے غصہ کو قابو میں رکھ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے بوئے ہوئے بیج کی فصل تیرے بچوں کو کاٹنا پڑے۔
- انتقام کی آگ سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اس کو بجھانے کے لئے جہنم کی آگ کو حکم دیدے۔
- شک میں مبتلا کرنے والی تقریر اور تحریر سے بچو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا ایمان ہی مشکوک ہوجائے۔
- صبر اور کامیابی سرعت اور ناکامی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔
- حق کو چھپا کر ناحق دوست کو خوش کرنے والا منافق ہے۔
- ہر چھوٹا کام ہر بڑے کام کی بنیاد ہوتا ہے۔
- ہر سخی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے۔
- دل آزاری صرف وہی شخص کرتا ہے جس کا دل بیمار ہوتا ہے۔
- جھوٹ کو ہرانا آسان ہے جھوٹے کو ہرانا مشکل ہے کیونکہ وہ ہر بات میں ایک نیا جھوٹ پیدا کرلیتا ہے۔
- جھوٹ ہی ایک ایسا فعل ہے جس سے انسانیت شرمسار ہوجاتی ہے۔
- اگر تمہیں اطمینان قلب کی تمنا ہے تو جھوٹ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلو۔

- جھوٹ ایک ایسا فریب ہے جو قوموں کو تباہ کردیتا ہے۔
- ہر گناہ کی بنیاد جھوٹ پر رکھی جاتی ہے۔
- جھوٹ ایک زہر ہے اور سچائی تریاق ہے۔
- جو خاموش رہا وہ غصہ پر حکمران ہوگیا۔
- دانا انسان کی زبان خاموشی کے میان میں ہوتی ہے۔
- اگر اللہ سے ہم کلامی کا شوق ہے تو خاموشی کے پردے میں پوشیدہ ہوجا۔
- انسان کے دل کا راز اس کی گفتگو کے آئینے میں صاف نظر آتا ہے۔
- تیری تقریر کا گواہ اگر تیرا دل نہیں ہے تو تو مکار ہے۔
- دل کے مشورے کے بغیر گفتگو کرنے والا شخص بے وقوف ہوتا ہے۔
- خوشیاں اس کا مذاق اُڑاتی ہیں جو موت کے انجام سے غافل ہے۔
- اپنے محسن کے دشمنوں کی مدد کرنا احسان فراموشی ہے اللہ ایسے شخص کو رسوا اور ذلیل کرلیتا ہے۔
- ایمان کا معنٰی احسان ہے اور ظلم وزیادتی کفر ہے۔
- کمینوں کا دوست تمام انسانی معاشرے کا دشمن ہے۔
- اگر تو انسانی شرافت سے محروم ہوگیا تو تیرے رشتہ دار اور دوست تیرے دشمنوں کا ساتھ دیں گے۔
- حسنِ سلوک اور جذبۂ احسان اختیار کر، لوگ تیرے خادم بن جائیں گے اور اگر تو اللہ کے حضور معزز ہے تو لوگ تیری تعظیم کریں گے۔
- حقوق العباد صرف یہ نہیں کہ اپنے من چاہی اولاد کا حق ادا کردیا بلکہ خدمت

خلق کو حقوق العباد کہتے ہیں۔

- بیٹوں اور بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی جو کرتا ہے وہ زندیق ہے۔
- نیک بیٹی صرف اللہ کی رحمت ہی نہیں بلکہ والدین کی مغفرت کا وسیلہ بھی ہے۔
- نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے تین دو یا ایک بیٹی کی تربیت اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے مطابق کی اور ان کا نکاح نیک صالح جوڑے کے ساتھ کر دیا اللہ اس کے لئے جنت میں محل تعمیر کر کے دے گا۔
- مرحومین کا ترکہ اللہ کی ملکیت ہے۔لہٰذا اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے مطابق اس کی تقسیم ہونی چاہیے ورنہ جو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ شخص منافق ہے کیونکہ وہ مؤمن ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اللہ کے احکام کے خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔
- کسی بھی طرح احسان جتانا ریا ہے اور اللہ ریا کار کے ہر عمل کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔
- اپنے حاسدوں پر احسان نہ کرو ورنہ وہ تیری بربادی کی تدبیر کریں گے۔
- نفس کی بنیاد شہوت اور ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے۔
- ایمان کی ابتداء تقویٰ اور انتہا احسان ہے۔
- خوفِ خدا اور اُمید رحمت برابر رکھنے والے کو مؤمن کہتے ہیں۔
- اللہ کے دوستوں کا دشمن بے ایمان اور جہنمی ہوتا ہے۔
- بری سوچ سے جہنم اور نیک سوچ سے جنت تعمیر ہوتی ہے۔

- بہترین انسان صابر اور شکر گذار ہوتا ہے۔
- موروثی بیماریوں میں ایک بھیانک بیماری بدنظری ہے۔لہٰذا پرائی چیز یا پرائی عورت پر بری نظر مت ڈال کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری اولاد یا تیری اولاد کی اولاد اندھی پیدا ہو جائے۔
- اے حوا کی بیٹی پر بری نظر ڈالنے والے کیا تو بھی کسی بیٹی کی اولاد نہیں ہے۔
- بہترین انسان وہ ہے جو فانی دنیا میں اپنی جان کی فکر کرتا ہے کہ قیامت میں اس کا انجام کیا ہوگا۔
- ایمان احسان کے بغیر اور احسان ایمان کے بغیر کامل نہیں ہوسکتا۔
- ایمان راستہ اور احسان منزل ہے۔
- ایمان تسلیم و رضا توکل اور احسان کے بغیر انسان کو نہ عین الیقین حاصل ہوتا ہے نہ حق الیقین۔
- اللہ کی ذات پر مکمل ایمان رکھنے والا اللہ کی پیدا کردہ کسی بھی چیز کے حق میں اگر ظالم ہے تو سمجھو وہ جہنمی ہے۔
- بہترین انسان وہ ہوتا ہے جس میں ایمان حسنِ یقین شرافت اور خوش خلقی بدرجۂ اتم موجود ہو۔
- باایمان بہترین انسان کو مسلمان کہتے ہیں نہ کہ کلمہ گو طوطے کو۔
- موت کو پیش نظر رکھ زندگی دراز ہو جائے گی اور اللہ تجھے وہ بھی دے گا جو تو سوچا نہ ہوگا۔
- اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم ایک تیری چاہت ہے ایک میری چاہت ہے

اگر تو میری چاہت کے خلاف اپنی چاہت کی تکمیل میں مصروف ہو گیا تو میں اسی میں تجھ کو تھکا دوں گا اور اسے پوری ہونے نہ دوں گا اور اگر تو میری چاہت اور منشاء کے مطابق عمل کرتا ہے تو میں وہ بھی دوں گا جو تو چاہتا ہے۔

- زندگی اور موت میں ایک لمحہ کا پردہ ہے۔
- اوائل عمر میں ہی توبہ کی عادت ڈال لے شیطان تجھ سے شرمندہ رہے گا ورنہ وہ تیرا دوست ہو جائے گا۔
- اللہ کسی کو محبوب رکھتا ہے تو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرنے کی اگر توفیق دینا چاہتا ہے تو اسے دنیا کی آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔
- معاشرے میں گمراہ عالم سے مخلص جاہل بہتر ہے۔
- اے نادان غصہ پر قابو رکھ ورنہ بہترین دوستوں کو بھی دشمن بنا لے گا۔
- اے برے انجام پر رونے والے پہلے یہ دیکھ کہ ابتداء اچھی تھی یا خراب۔
- جیسا تو ہے ویسا ہی خود کو ظاہر کر ورنہ منافق کہلائے گا۔
- عملِ صالحہ کے بغیر جنت کا طلب گار سخت گنہگار ہے اور گنہگار کے حق میں مغفرت کی دعا کرنے والا بھی گنہگار ہے۔
- نیکی اور بدی کا ردِعمل فوراً ظاہر ہو جاتا ہے مگر دیکھنے والی آنکھ چاہیے۔
- آنکھ اور دل کا مضبوط رشتہ ہوتا ہے جس نے آنکھ کی حفاظت کیا اس نے دل کی حفاظت کیا۔
- غیر محرم کے سامنے عورت کی شیریں آواز یا کلام کرنا گناہِ عظیم ہے۔
- نااہل دولت مند کی تعظیم کرنا ریا کاری ہے اور ریا کار کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

- ابتدا کو جاہل اور نادان دونوں ہی جانتے ہیں مگر انجام کو صرف دانا یعنی اہل حکمت ہی خوب پہچانتے ہیں۔
- عوام میں ایک طرح کو اور فقرا میں دو عقلیں کام کرتی ہیں نادان لوگوں کی نظر عقل ظاہر پر ہوتی ہے جب کہ اہل حکمت کی نظر عقل باطن پر ہوتی ہے، اس لئے دانا اہل حکمت کے اقوال اور افعال پر برہم ہو جاتے ہیں۔
- فقرائے کاملین کے فیصلوں کا احترام کرو کیونکہ ان کے فیصلے مصلحت خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں اور جو مصلحت خداوندی کا انکار کرتا ہے وہ ہدایت کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔
- فقرائے کاملین کی باتوں پر اعتراض کرنے والے دراصل حکمت الٰہی کے فیصلوں پر اعتراض کرتے ہیں۔
- جب آدمی اپنی تدبیر اور تخیلات سے ہار جاتا ہے اس کو چاہئے کہ منشاء خداوندی میں حل تلاش کرے وہ ضرور کامیاب ہوگا اور یقیناً اسے اطمینان بخش کامیابی حاصل ہوگی۔
- جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف اللہ کے بندوں کے عیب تلاش کرتا ہے وہ کسی کا رشتہ دار نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص اس کو رشتہ دار سمجھتا ہے تو وہ بھی انہیں میں شمار ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔
- دس عیب جو آدمیوں سے دوستی رکھنے سے ایک وفادار کتے سے دوستی رکھنا بہتر ہے۔

- خاندان درددلی سے بستے اور سنورتے ہیں اگر کسی خاندان میں یہ جذبہ نہ ہوتو اس خاندان کے لوگ جانوروں سے بدتر ہیں۔
- خاندان انصاف اور ررحم دلی سے بستے اور سنورتے ہیں اور بے رحمی بے انصافی سے تباہ بھی ہوجاتے ہیں۔
- جو شخص حق بات سننے اور کہنے کی قوت نہیں رکھتا یعنی جھوٹوں سے بھی راضی اور سچوں سے بھی راضی رہنے کی کوشش کرتا ہے وہ منافق ہے اور انجام کار وہ جہنمی ہوگا۔
- رشوت خوری ظلم ہے اور ایسے شخص کا احترام کرنا مظلوم پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔
- رشوت خور ظالم کے عبادات شیطان کے طوق لعنت سے بدتر ہیں۔
- رشوت خور کا احترام یا اس کی حمایت کرنا اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرنا ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے وہ گمراہ جہنمی ہے۔
- رشوت لینے والے کی کمائی ہوئی دولت جہنم کا ایندھن ہوتی ہے جس میں وہ خود رشوت خور جلے گا۔
- رشوت خور کو رشتہ دار یا دوست مان کر فخر کرنے والا زندیق ہوتا ہے۔
- رشوت خور کے گھر کا کھانا کھانے والے کے ہر نیک اعمال اور عبادات کو اللہ سلب کر لیتا ہے کیونکہ اس نے حرام کو حلال قرار دے کر کھایا اس لئے اسے مرتبہ ایمان سے گرادیا جاتا ہے۔
- رشوت خور کو شیطان کا بیٹا سمجھنا چاہیے۔

- رشوت خور عابد پر اللہ اور اس کے لعنت بھیجنے والے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔
- بیٹیاں اللہ کی نازل کردہ رحمتیں ہیں جو شخص ان رحمتوں کی تعظیم نہیں کرتا اور تذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ جہنمی ہے۔
- جو شخص ماں باپ سے ساتھ صلۂ رحمی منقطع کر لیتا ہے وہ جہنمی ہے اسی طرح وہ ماں باپ جو اولاد کے حق میں ظالم ہوجاتے ہیں یا اپنی اولادوں کے ساتھ انصاف نہ کرکے ان کی زندگیوں کو زندہ درگور کردیتے ہیں وہ بھی جہنمی ہے۔
- اللہ قیامت میں اولاد سے ماں باپ کے متعلق حساب ضرور لے گا اسی طرح ماں باپ سے بھی اولاد کے متعلق حساب ضرور لے گا کیونکہ اللہ عادل ہے۔
- اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے خلاف اپنے نفسانی فیصلوں کو اہمیت دینے والا نفس پرست مشرک ہے۔
- اولاد پر ماں باپ کے حقوق ہیں جس کا ادا کرنا اولاد پر واجب ہے اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے بھی حقوق ہیں جس کا ادا کرنا ماں باپ پر بھی واجب ہے۔
- تھوڑی سی دنیا کی کمائی کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے خلاف کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا مذاق اڑانا ہے۔
- جس گھر میں بیٹیوں کا یا ان کے حقوق کا احترام نہیں کیا جاتا وہ گھر قبرستان کی مانند ہوجاتا ہے جس میں لوگ رہتے ضرور ہیں لیکن مردوں کی طرح۔

- جس شخص نے بیٹی کو رحمت نہیں مانا اس نے اللہ کے قہر کو دعوت دے لی۔
- جس خاندان میں بیٹی کی حق تلفی یا اس پر ظلم ہوتا ہے وہ خاندان اس کی مظلوم آہوں اور آنسوؤں کی آگ میں جل کر خاک ہوجاتا ہے۔
- جس گھر میں بیٹی پر ظلم کیا جاتا ہے اللہ اس گھر کے لئے اپنی رحمت کے دروازے بند کر لیتا ہے۔
- بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر اس کے سبب عتاب الٰہی نازل ہو۔
- کسی کی بھی بیٹیوں پر ظلم نہ کرو اور ان کی مظلوم آہوں سے ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال کا سایہ تمہاری اولاد پر پڑے۔
- باحیا مؤمنہ عورت جنت کی حور ہوتی ہے جو حوروں کی ناقدری کرتا ہے اسے جنت سے محروم کر کے جہنم رسید کر دیا جاتا ہے۔
- اگر تم جنت کے طلب گار ہو تو باحیا مؤمنہ عورتوں کی قدر کرو اگر ان کی تذلیل کرتے ہو تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا کیونکہ انہیں باحیا مؤمنہ عورتوں کو جنت میں حوروں کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔
- جذبۂ عفو کو اللہ کی نعمت سمجھو اور خوش خلقی کے ساتھ ایک دوسرے کو معاف کردو اگر اللہ پردہ پوش نہ ہو کر تمہارے گناہ اور عیوب ایک دوسرے پر فاش کر دیتا تو تم ایک دوسرے کو سنگسار کر دیتے۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زندگی تین اُصولوں پر پورا اُترنے کے بعد سنور جاتی ہے (۱) جس کو تم چاہتے ہو اس سے ضرور معافی مانگو (۲) جو

شخص تمہیں چاہتا ہے اس سے ہرگز جدا مت ہونا (۳) جو شخص تم پر اعتبار کرتا ہے اس سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔
- جذبۂ عفو پر اللہ نے عظیم اجر رکھا ہے اگر جاننا چاہتے ہو کہ آخر یہ اجر کیوں رکھا ہے تو تم کسی ایسے شخص کو معاف کرو جو تمہاری عزت آبرو اور جان کا دشمن بن چکا ہو! تب تمہیں جذبۂ عفو کی قدر معلوم ہوجائے گی کہ یہ جذبہ اللہ کے نزدیک کتنا بہترین عمل ہے۔
- کوئی فیصلہ غصہ اور عداوت کی حالت میں نہ کرو کیونکہ اس آگ میں میں انجام کا عکس ہرگز دکھائی نہیں دے گا۔
- اللہ کی مخلوق پر ہمیشہ مہربان رہو اللہ تمہارے دشمنوں کو بھی تمہارا دوست بنا دے گا۔
- اللہ کے بندوں کو بارش کی مانند ہونا چاہیے کیونکہ یہ برستے وقت جگہ دیکھ کر نہیں برستی۔
- کامل یقین حسن اخلاق اور عمل کے جذبات انسان میں مکمل ہوجاتے ہیں تو ایسا شخص خالق اور مخلوق کا پسندیدہ بن جاتا ہے۔
- دنیا پرستوں سے اپنی حالت کی شکایت نہ کرو ورنہ یہ لوگ تیرے پوشیدہ زخموں پر اور نمک ملا کریں گے۔
- مستحق سائل اللہ کا قاصد ہے جو تیرے در پر اللہ کی جانب سے تیرے ایمان کا امتحان لینے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔
- جو علم تیرے عقل میں محصور ہتا ہے وہ عقل کے ساتھ گم ہوجاتا ہے، بہترین

علم وہ ہے جو تیرے دل میں محفوظ ہو کر تیرے اعمال کو روشن کر دیتا ہے۔

- وقت اور عقل ازلی سعید کو عطا کئے جاتے ہیں بسا اوقات انسان کو وقت پر عقل کام نہیں دیتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عقل آنے تک وقت ماضی میں چلا جاتا ہے۔
- چند روزہ دوستی کو دوستی نہ سمجھو کیونکہ چاپلوسی اور سادگی بھی اسے خلوص نظر آتا ہے مگر ایک مدت کے بعد دوستی کا اصلی چہرہ سامنے آتا ہے۔
- بندے کی ان گنت خواہشوں میں ہزاروں خواہشیں ایسی ہوتی ہیں جس میں اس کی ہلاکت اور تباہی پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے اللہ انہیں پورا نہیں کرتا مگر بندہ سمجھتا ہے کہ اس کی مرادیں اور دعائیں قبول نہیں ہوتی۔
- متقی اپنے اللہ سے بہت ڈرتا ہے اور اس کے بعد اس شخص کی دوستی سے ڈرتا ہے جو اللہ سے نہیں ڈرتا۔
- نا قابل برداشت سوال کا جواب صرف خاموشی ہے۔
- مایوسی اور نا امیدی صرف اور صرف بزدلوں کی منزل ہے۔
- زبان کو اس طرح محفوظ رکھو جیسے اللہ کے دوست اللہ کی دوستی کو محفوظ رکھتے ہیں۔
- بری نیت ہر غم اور بیماری کی جڑ ہے۔
- معاشرے کی تعمیر عقلمندی سے نہیں دردمندی سے ہوتی ہے۔
- صوفی جتنا دنیا سے نا اُمید ہوتا ہے اتنا ہی پختہ رشتہ وہ اللہ کی رحمت سے جوڑ لیتا ہے۔

- محبت کی تمنا فضول ہے کیونکہ کمالِ محبت یہ ہے کہ محبت کی تقسیم کرتے ہوئے چلو۔
- بزدلی ہر مصیبت کی ماں ہے۔
- علم و قرأت سے کوئی قابل نہیں ہوتا بلکہ عقل و عمل صالحہ سے انسان قابل کہلاتا ہے۔
- بے عمل عالم اور منافق جو قرآن کے ذریعہ فساد بپا کرتا وہ دین میں فرقہ پرست کہلاتا ہے۔
- بری نیت انسان کو باہر سے سلامت رکھتی ہے مگر اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔
- انسان پر برا وقت آنا بھی اللہ کی جانب سے حکمت کا نزول ہے کیونکہ برا وقت ہی اپنے اور پرائے کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔
- دنیا کے پرستار پر تو آنکھ بند کر کے کبھی بھروسہ نہ کر کیونکہ بسا اوقات وہی تیری آنکھ کھول دے گا اور تو پچھتائے گا۔
- تیرے جسم کی عبادت یہ ہے کہ تو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کر۔
- عمر وقت ہے اور فکر اسے کاٹنے والی تلوار ہے۔
- دنیا کی محبت میں زندہ رہنے والا مر جاتا ہے اور اللہ کی محبت میں مرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔
- تنقید برائے تعمیر اچھی ہے تنقید برائے تخریب سے انسان اور خدا سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔
- عمر کا ہر لمحہ بدل جاتا ہے مگر تیرے اعمال کبھی نہیں بدلتے۔

- گناہ تاریکی ہے اور توبہ نور ہے۔
- انسان کی بھیانک خطا یہ ہے کہ وہ اپنی خطاؤں سے بے خبر ہو کر دوسروں کے عیوب کی تلاش میں جیتا ہے۔
- مخلوق کی چاہت سے وہ نہیں ہوتا جو تو چاہتا ہے اللہ کی چاہت سے وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور وہ بھی ہوتا ہے جو تو چاہتا ہے۔
- دنیا پرست پر اگر تم اندھا اعتبار کرتے ہو تو وہ تمہیں دھوکہ دے کر یہ ثابت کر دے گا کہ واقعی تم اندھے ہو۔
- دنیا اور دنیا پرستی ایک ایسا لاعلاج مرض ہے جس کی دوا صرف موت ہے۔
- بچپن بیج جوانی درخت اور پھول ہے مگر بڑھاپا اسی درخت پر پکا ہوا پھل ہے جسے وقت رہتے استعمال نہ کیا گیا تو وہ خاک میں مل جاتا ہے۔
- انسان اپنے ہر منصوبے میں وقت اور زندگی کو تو شامل کر لیتا ہے مگر موت کو شامل نہیں کرتا اس لئے اس کا ہر منصوبہ کامیاب ہو کر بھی ناکام ہو جاتا ہے۔
- ریاکار کی خوبی ہی بدترین خامی ہے۔
- اُمید ایسی کرن ہے جو انسان کو گھنے اندھیرے میں بھی آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتی ہے جب کہ نا اُمیدی اُجالوں کو بھی سمٹ کر اندھیرے میں تبدیل کر دیتی ہے۔
- ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرو جن کی آنکھیں سوال کرتی ہیں اور زبان سوال کرنے سے گونگی ہوتی ہے۔
- لحن داؤدی سے بہتر آوازِ ضمیر ہے۔

- اے بھوکے تو لوگوں کے نوالے چھین کر کھاتا ہے تو کھالے مگر ان کی خوشیاں چھین کر نہ کھا۔
- مکمل اخلاص کے ساتھ تو اللہ کے فقیر کا ایک سوال پورا کر اور بدلے میں رحمت کی کملی موسیٰ علیہ السلام کا اعصاء اور عیسیٰ علیہ السلام سے دستِ غیب پالے۔
- تو درویش کو اخلاص کا دینار دے وہ تجھے اپنے ویش سے تجھے وہ دُر دے گا۔
- انسان اللہ کے اخلاق اختیار کرنے سے عالی مرتبت ہوتا ہے، بداخلاق تختِ شاہی پر بھی بیٹھے تو اس کی مثال اُس کوّے کی مانند ہے جو سب سے اونچے مینار پر بیٹھا ہو۔
- میں نے کبھی اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کرنے والے کو مفلس نہیں دیکھا اور نہ کبھی ایسا ظالم دیکھا جو اللہ کی گرفت سے آزاد رہا ہو۔
- برے وقت میں دنیا پرست انسانوں کے اصلی چہرے سامنے آتے ہیں اور اچھے وقت میں نقلی چہرے سامنے آتے ہیں۔
- منافق کی دوستی آگ اور کوئلے کی مانند ہوتی ہے یا تو یہ ایمان کو جلا دیتا ہے یا ایمان کو سیاہ کر دیتا ہے۔
- جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو ایمان کی ضرورت ہے، غذا کی کمی سے جسم بیمار ہو جاتا ہے، ایمان کی کمزوری سے روح بیمار ہو جاتی ہے۔
- عام انسان کے جسم کو ضرورت کے پیوند لگتے ہیں، فقراء کی گدڑی کو ضرورت کے پیوند لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

- عام انسان اپنے باہر دیکھتا ہے مومن اپنے اندر دیکھتا ہے۔
- دولتمند پر نہ رشک کرو، نہ حسد کرو کیونکہ ہر چیز فانی ہے۔
- حکیم کے کلام میں الفاظ کم اور معنیٰ زیادہ ہوتے ہیں۔
- اپنے علم کے بجائے اپنے عمل کو پیش کرو کیونکہ شیطان عالم اور آدم علیہ السلام عامل تھے۔
- اللہ کی رضا کا معنیٰ یہ ہے کہ تو غائب ہو جائے اور اللہ ظاہر ہو جائے۔
- دولت فرعون کی پسند ہے علم و جہل شیطان کا مطلوب ہے اور عشق حضرت آدم علیہ السلام کا محبوب ہے۔
- اکثر انسان انسانوں سے اس قدر دھوکے کھاتے ہیں کہ وہ پتھروں کے پرستار ہو جاتے ہیں کیونکہ پتھر اگر نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہیں پہنچاتے۔
- قلب کی آنکھ سے اس دنیا کو دیکھ اس کے شب و روز قیامت کی مانند گزر رہے ہیں۔
- جنت یا اپنے مفاد کی طلب میں عبادت کرنے والا خدا کی نہیں خود کی عبادت کرتا ہے۔
- تو نے چہرے کو صاف رکھا ہے تا کہ لوگ دیکھیں کاش تو دل کو صاف رکھتا تو وہ اللہ کا آئینہ بن جاتا ہے۔
- حسنِ اخلاق کا معنیٰ یہ ہے کہ ناداری میں اعلیٰ ظرفی کا مشاہدہ کرے اور امیری میں حسنِ سلوک روا رکھے۔

- عالم کے پاس علم ہوتا ہے عاشق کے پاس ادب ہوتا ہے۔
- عمل صالحہ کا معنیٰ یہ ہے کہ تو دوسروں کی ضرورت پوری کر نہ کہ دوسروں سے اپنی ضرورت پوری کر۔
- ہار اور جیت جنگ کے میدان میں ہوتی ہے مگر صبر اور اخلاق کے میدان میں کبھی ہار اور غرور و تکبر کے میدان میں کبھی جیت نہیں ہوتی۔
- مذہب اسلام میں تین طرح کے مسلمان پائے جاتے ہیں ایک وہ جو اللہ کو مانتے ہیں مگر کرے اپنی ہیں، دوسرے وہ جو اللہ کی مانتے ہیں اور اپنی مرضی کی نہیں کرتے، تیسرے وہ لوگ جن کی اللہ خود مانتا ہے۔
- سو اولیاء اللہ کے گزر جانے سے دین کا اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا ایک احمق کا عالم دین بن جانے سے ہوتا ہے۔
- تمام لوگ دنیا میں زندہ رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔
- اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کل مجھ سے کلام کرنے سے پہلے طور پر تم اپنے ساتھ اپنے آپ سے کمتر کوئی چیز لے آؤ موسیٰ علیہ السلام ے اللہ کی مخلوقات میں سے کوئی کم تر چیز نہ پائی اور تنہا طور پر گئے تو اللہ نے پوچھا ائے موسیٰ علیہ السلام کیا کوئی کمتر اور حقیر چیز لائے ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ائے اللہ نہیں لایا کیونکہ تیری مخلوق میں مجھ سے زیادہ کوئی کمتر چیز میں نے نہیں پائی تو اللہ نے فرمایا اگر تم کوئی ادنیٰ چونٹی یا مکڑی بھی لاتے تو تم کو نبوت سے معزول کر دیتا، معلوم ہوا کہ نبیوں کے عجز کا یہ عالم تھا تو ہم جیسے فقیر کس گنتی میں آتے ہیں۔

کرامات قطب الاقطاب حضرت سیّدنور محمد شاہ قادریؒ

قطب الاقطاب حضرت سیّدنور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ ایک بار اپنے مریدوں کے ہمراہ بیت المقدس کی زیارت سے لوٹ رہے تھے راستے میں ایک مسجد تھی جو کہ ایک عرصہ سے ویران پڑی تھی جب آپ کا گزر اُس مسجد کے سامنے سے ہوا تو اُس ویران مسجد نے آپ کو پکار کر التجا کی کہ اے سید القوم آپ کچھ دنوں کے لئے یہاں قیام فرما کر میری ویرانی دور فرمائیے، یہ فریاد سن کر آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اس ویران مسجد کے پہلو میں خیمہ لگا دو ہم یہیں قیام کریں گے حکم کے مطابق مریدوں نے آپ کے قیام کا انتظام اسی غیر آباد مسجد کے پہلو میں کر دیا۔

پھر آپ نے اس مسجد کی صفائی اور تعمیر کا کام شروع کروادیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ مسجد کا صفائی اور تعمیر کا کام مکمل ہو گیا اور اسکے پہلو میں غربا و مساکین کے قیام وطعام کا انتظام بھی کیا جانے لگا، شہر کے لوگوں میں یہ خبر عام ہونے لگی کہ ایک اللہ کے ولی نے ایک مسجد جو ایک عرصہ سے غیر آباد تھی اس میں قیام فرمایا ہے تو پھر کیا تھا شہر کے لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، آپ کی یہ شہرت سنکر ایک فلسطینی درویش وہاں آپ کو آزمانے کی نیت سے آیا اور آپ کی یہ شان وشوکت دیکھ کر حیران ہو گیا اور آپ سے پوچھا کیا آپ کسی ملک کے شہنشاہ رہے ہیں؟ اس کا یہ سوال سنکر آپ نے کہا اے بھائی تم مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا وہ اس لئے کہ آپ کی جماعت بظاہر تو درویش نظر آتی ہے پھر یہ جو کچھ آپ لوگوں میں خرچ کر رہے ہیں وہ کہاں سے آرہا ہے؟ اس کے سوال کا

آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اپنے ایک مرید کو پکارا اور کہا کہ اذان دو نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ مرید نے اذان دی اذان سنکر سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور آپ بھی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے آپ کی امامت میں سب لوگ نماز میں مشغول ہو گئے اور وہ فلسطینی آتش پرست درویش وہیں بیٹھا رہا اس کے سامنے ایک سوکھا ہوا پیڑ کھڑا تھا یکا یک اس نے دیکھا کہ وہ پیڑ ہرا بھرا ہو گیا اور اس پیڑ سے پھل پھول کی جگہ سونا چاندی دینار اور جواہرات کی بارش ہونے لگی وہ یہ منظر دیکھ کر مبہوت ہو گیا اور آپ کی کرامت وقدرت کا مشاہدہ کر کے ششدر رہ گیا، اتنے میں اس کے پاس ایک معمر بزرگ شخص آئے اور انھوں نے اس آتش پرست درویش سے کہا، اے آتش پرست تو نے بہت بڑی گستاخی کردی جو اللہ کے دوست کو آزمانے آ گیا، پر تو نے دراصل اللہ کے دوست کو نہیں بلکہ اللہ کو آزمانے کی گستاخی کی ہے تو نے اللہ کے دوست کا امتحان لیکر خدا کی قدرت اور اس کے دوست کی کرامت بھی دیکھ لی۔ لہٰذا تجھے جتنی چاہے دولت سمیٹ لے اور یہاں سے دفع ہو جا کیونکہ اللہ کے دوستوں کے دربار سے کوئی بھی ہو خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ ان بزرگ شخص کی باتیں سنکر وہ آتش پرست زار وقطار رونے لگا اس کے سر اور داڑھی کے بال جھڑ گئے اور اس کی نقلی درویشی کا لباس اتر گیا پھر بھی وہ مسلسل روئے جا رہا تھا حتی کہ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خون بہنے لگا اتنے میں نماز سے فارغ ہو کر سرکار قطب الاقطاب نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے اور اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، وہ آتش پرست درویش روتے ہوئے آپ کے قدموں پہ گر کر معافی مانگنے لگا اور آپ کے معاف فرمانے پر اس

نے آپ کے دست حق پر مسلمان ہونے کی التجاء کی تو آپ نے اسے کلمہ پڑھوایا اور وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا آپ کے کلمہ پڑھوانے پر اس کا زنگ آلود قلب منور ہو گیا اور وہ دل سے تائب ہو کر آپ کے حلقہ ارادات میں شامل ہو گیا۔

قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کی عمر شریف نوے (۹۰) سال کی ہو چکی تھی اور آپ یمن میں قیام پذیر تھے بندگان خدا ہجوم در ہجوم شرف نیاز و دیدار کے حصول کے لئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور سعیدان ازل بھی اپنے اپنے حصے کی سعادت آپ کے فیضان سے حاصل کرتے، دُکھیارے، مظلوم، نادار، بیمار لوگ اپنی اپنی حاجتیں لیکر آپ کی بارگاہ میں آتے اور اپنی حاجت براری کے ساتھ واپس لوٹتے۔ ایک روز اچانک کچھ لوگ ایک میت لیکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سرکار نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ یہ میت لیکر یہاں کیوں آئے ہو؟ ان لوگوں میں ایک متقی شخص جن کا نام سید عبدالرزاق علوی تھا انھوں نے عرض کیا: حضور میری بیوی کا انتقال ہونے پر ہم لوگوں نے میری بیوی کی میت کی تدفین کے ہے جب زمین کھودی تو اس جگہ ایک قبر نکلی جس میں ایک لاش تھی جو بالکل تازہ تھی ہم نے لاش دیکھ کر اس قبر کو بند کرنے کے لئے مٹی ہموار کر ہی رہے تھے کہ اچانک وہ قبر والی لاش زندہ ہو کر ہم سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ مجھے قطب الاقطاب سید نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے جایا جائے اور ان سے گزارش کی جائے کہ ان کی امامت میں میری نماز جنازہ پڑھائی جائے اور تم لوگ میری قبر میں تمہاری لائی ہوئی میت کو دفنا دو تو ہم نے اس سے پوچھا پھر تمہاری نماز جنازہ پڑھا کر تم کو کہاں دفن کریں؟ تو اس زندہ ہوئی لاش

نے جواب دیا کہ یہ بات قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ اور مجھ پر چھوڑ دو، چنانچہ ہم لوگوں نے میری بیوی کی لاش کو اس لاش کی قبر میں دفن کر دیا اور اس قبر والی لاش کو لیکر آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ یہ ماجرا سن کر قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا: زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جاتی یہ سنتے ہی وہ لاش دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھی وہ ایک مرد کی لاش تھی آپ اس زندہ ہونے والے مرد کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی حجرے میں لے گئے اور اس کا نام دریافت فرمایا تو اس نے جواب دیا حضور آپ بہتر جانتے ہیں کہ اللہ نے مجھے پوشیدہ رکھا تھا اب آپ میرے نام کو پوشیدہ ہی رہنے دیجئے تو حضور قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے مسکرا کے جواب دیا ٹھیک ہے: **"میاں شیخ مخفی شھید"** اس کے بعد حضور قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کچھ کپڑے دیئے اور کہا کہ انہیں پہن کر باہر آؤ اور آپ حجرے سے باہر تشریف لے آئے، تھوڑی دیر میں وہ شخص کپڑے پہن کر باہر آیا اس نے اپنی گردن کو ایک کپڑے سے لپٹا ہوا تھا آپ نے اس سے کہا کہ گردن سے کپڑا ہٹا دو تو اس شخص نے جواب دیا! حضور اس میں ایک عیب پوشیدہ ہے، آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں مجھے اس عیب کو دور کرنا ہے، اس شخص نے اپنی گردن سے کپڑا ہٹا دیا اُس کی گردن پر ایک نیزے کا زخم تھا جس میں سے تازہ خون بہہ رہا تھا، آپ نے اپنا لعاب دہن اس کے زخم پر لگایا تو وہ زخم فوراً ٹھیک ہو گیا اور خون کا بہنا بھی بند ہو گیا پھر اس شخص نے عرض کیا! اے قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ اے غوث الہند ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ آپ ہمارے جنازے کی نماز پڑھاتے ہیں یا نہیں اگر پڑھا دیتے تو ہم ہمیشہ کے لئے مردہ ہو جاتے، آپ نے نہ پڑھا کر ہمیں ہمیشہ

کے لئے زندہ کردیا اے غوث الہند میں آپ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں، حضرت نور محمد شاہ قادری نے فرمایا مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو شیخ مخفی شہید نے کہا، حضور میں جب چاہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں مجھے بس اتنی اجازت دے دیجئے، حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا، اجازت ہے شیخ شہباز جب چاہے حاضر ہوسکتے ہو، اتنا سنتے ہی وہ مرد خدا مسکرایا اور ''یاھو'' کا نعرہ لگا کر یمن کے خلا میں پرواز کر گیا، یہ دیکھ کر قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا، یہ مرد خدا ہے جسے ہم نے شہبازیت عطا کی اور وہ پرواز کر گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر اس کے حالات کو سنکر لوگ حق کے نعرے بلند کرنے لگے اور آپ سے یمن میں ہی مستقل قیام کی گزارش کرنے لگے تو آپ نے فرمایا: لوگو ندی پر پل بنایا جاسکتا ہے سمندر پر نہیں، آپ کا یہ جواب سنکر سب لوگ خاموش ہوگئے۔

یمن کا موسم انتہائی خوشگوار تھا اس پرسکون ماحول میں اچانک ایک دن قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کی آنکھ سے آنسوں بہنے لگے لوگ حیرن و پریشان مگر خاموش بیٹھے تھے اتنے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کئی بھیڑیئے پانچ ہرنوں کا پیچھا کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ تک آگئے اور ان ہرنوں کو اللہ نے آسمان کی طرف راہ دی اور وہ آسمان میں غائب ہوگئے وہ بھیڑیئے ان ہرنوں کی تلاش میں شہروں کی جانب نکل پڑے پھر وہ بھیڑیئے بے گناہ انسانوں کا اپنا شکار بنانے لگے ہر طرف موت کا تانڈو مچ چکا تھا یمن اور اطراف کے ممالک کے بے گناہ عوام مر رہی تھی، بھیڑیئے ہزاروں بے گناہ لوگوں کا خون چوس رہے تھے، زمین خاموش، آسمان خاموش، زمین میں آرام کرنے والے، اللہ والے خاموش، ہر

چیز خاموش، کس کی مجال تھی کہ اللہ کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرے، یہ کیسی قیامت تھی جو نازل ہوئی تھی جانتے ہو؟ جب انسانوں کے اعمال بگڑ جاتے ہیں تو اللہ ایسے ہی ظالم بھیڑیوں کو زمانے پر مسلط کرتا ہے۔

نوٹ : قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں آنے والے دور کے حالات بتائے ہیں، پانچ ہرنوں سے مراد پانچ سو سال بھی ہوسکتے ہیں جو غائب ہوگئے ممکن ہے یہ اس دور کے حالات کو دکھا کر پیشین گوئی کی ہو خیر کچھ بھی ہو اللہ ان آفات سے محفوظ رکھے آمین! (فقیر غوث محی الدین)

ملک یمن کے قیام کے دوران بھی آپ کی وعظ و نصیحت کی محفلیں ہر روز سجتی تھیں ساتھ لوگوں کے قیام وطعام کا انتظام بھی ہوتا تھا ہر روز خلق خدا آپ کے بیانات وعظ و نصیحت سے مستفید ہوتی، آپ کے خلیفہ اکبر حضرت نور احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بیانات سے رموز وحکمت کے اقوال ایک کتاب میں درج کرلیا کرتے تھے جس کا نام رسالۂ رشد وہدایت رکھا گیا۔

سرکار قطب الاقطاب غوث الہند نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا واقعہ کی رات اپنے وعظ میں برائے درس و نصیحت فرماتے ہیں کہ میری ولادت ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو ہوئی میری ولادت کو چند گھڑیاں ہی گذری تھیں کہ کچھ ظل اللہ حضرات آئے اور مجھے ہندوستان سے غائب کرکے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ نجف اشرف میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں چالیس دن آپ کی بارگاہ میں رہ کر تعلیم ومعرفت حاصل کیا، سلوک کے منازل طئے کیا اوروں نے جو چالیس سال کی سخت مشقت کے بعد پایا اور دیکھا وہ سب کچھ میں نے پیدا ہوتے ہی گہوارے

میں جانے سے پہلے اپنے جدامجد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے پالیا اور دیکھ لیا الحمدللہ! پھر مجھے وہاں سے چالیس دن کے بعد ہند میں لاکر میری والدہ کی آغوش میں دے دیا گیا۔

فرماتے ہیں ہم یمن میں حضرت ابوحمزہ کے گھر مہمان تھے ایک دن اللہ کے کئی نیک بندے مجھ فقیر سے نیاز حاصل کرنے آئے اور میرے ہاتھ پر توبہ کئے ان میں سے ایک نوجوان جس کا نام داؤدعربی تھا ہم سے سوال کیا کہ کیا ہر چیز اولیاء اللہ کی فرمانبردار ہوتی ہے؟ ہم نے کہاہاں! اگر میں سامنے موجود اس پہاڑ سے کہہ دوں کہ تو یمن دے ہجرت کر کے مدینے کی زمین پر قیام کر تو یہ ہرگز انکارنہیں کرسکتا، ایسا کہنا ہی تھا کہ پہاڑ لرزتے ہوئے اپنی جڑیں اُکھاڑ رہا تھا جس کی وجہ سے آپ کے حجرے کے قریب کی زمین لرزنے لگی تو آپ نے فرمایا نہیں بیٹھ جا بھی ہم نے تمہیں حکم نہیں دیا اتنا سنتے ہی پہاڑ اپنی سابقہ حالت میں جا کر پرسکون ہوگیا۔

فرمایا ایک بار کچھ شیعہ اور سنی علماء نے میرے خلاف سازش کی اور مجھ پر کئی فتوے لگائے اور شاہی عدالت میں میرے خلاف شکایت کی مولانا منظور احمد سیالکوٹی میرے حجرے میں آکر شکایت کے بارے میں ہمیں آگاہ کرہی رہے تھے کہ شاہی عدالت کے دو کارندے موسلا دھار بارش میں ہی بھیگتے ہوئے ہمارے حجرے میں گھس آئے اور ہمیں عدالت چلنے کو کہا ہم نے جواب دیا۔ اے بھائی! اتنی تیز بارش ہورہی ہے، زرا بارش تھم جانے دو پھر چلیں گے، ان کارندوں نے کہا: معاف کیجئے! حضرت شاہی فرمان کے مطابق آپ کو اسی حال میں طلب کیا

گیا ہے ان کی یہ بات سنکر ہمیں جلال آ گیا اور ہم ان کے ساتھ بارش میں ہی چل پڑے۔ اللہ کا کرم دیکھو! بہت تیز بارش ہورہی تھی اور خلق خدا بارش سے بھیگ کر ٹھنڈ سے بے حال ہوئی جارہی تھی پانی راستوں سے گذر کر گھروں میں بہنے لگا تھا مگر ہمارے لباس کو تک پانی کا ایک قطرہ بھی چھونا سکا ہم لوگ ایسے ہی پانی میں چلتے ہوئے عدالت جا پہنچے جیسے ہی ہم عدالت میں داخل ہوئے بادشاہ علی عادل شاہ اوراس کے درباری ہمیں دیکھ کر حیران ہوکر پوچھنے لگے حضرت اتنی موسلا دھار بارش میں آپ آئے اور آپ کے کپڑوں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں؟ جب کے آپ کے ساتھ آئے ہماری عدالت کے کارندے بری طرح بھیگ کر ٹھنڈ سے کانپ رہے ہیں، تو ہم نے کہا اے بادشاہ وقت اگر تو اپنی اور اپنی سلطنت کی سلامتی چاہتا ہے تو علماء کے دین اور فقراء کے ایمان کو پہچان تو ایسے لوگوں کی باتوں میں آ کر میرے اور میرے اللہ کے درمیان کے وقت پر حملہ کیا ہے تو جانتا بھی ہے اس کا انجام کیا ہوگا خلق خدا بارش میں بھیگ رہی ہے تو اور تیرے یہ درباری علماء کیسے محفوظ رہ گئے، بس ہمارا اتنا ہی کہنا تھا کہ بارش کا پانی عدالت میں گھس آیا حتیٰ کہ عدالت کی چھت سے بھی پانی برسنے لگا جس کے باعث عدالت کا نچلا حصہ پانی میں ڈوب گیا اور بادشاہ اوراس کے ساتھ بیٹھے کارندوں کی نشست تک پانی پہنچنے لگا مگر ہمارے لباس پر اب بھی ایک قطرہ پانی کا چھونہ سکا بادشاہ اوراس کے درباری متحیر ہوکر ہمیں دیکھ رہے تھے بادشاہ نے کہا حضور میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ ہم نے جواب دیا مسلمان کو بطخ کی مانند دنیا کرنا چاہیے بطخ کو دیکھ پانی میں رہتی ہے مگر اپنے پروں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لیتی اب اس حال سے سمجھ جا کہ

فقراء پر بہتان لگانا قہر خداوندی کو دعوت دینا ہے یہ سنکر بادشاہ بہت پچھتانے لگا اور ہم سے معافی کا خواستگار ہوا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ نیشا پور سے بخشی خاندان کے تین نوجوان درویش قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے آئے حضرت نور محمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ ان نوجوان درویشوں کی درویشی سے بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی اور دوران نصیحت آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو ہم سے کوئی سوال ہو تو پوچھ سکتا ہے ان درویشوں میں سے ایک عبدالباسط بخشی نے عرض کیا حضور ہم فلسطین سے ہو کر یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں مسجد اقصیٰ کی زیارت کے بعد ہم سے ایک یہودی بڑھیا ایک چھ سالہ بچے کو لیکر ملنے کو آئی جس کا سر اور چہرہ اس نے کپڑے سے چھپا رکھا تھا اور بچے کے بارے کچھ عجیب باتیں ہمیں سنا کر اس نے اس بچے کے سر سے کپڑا ہٹایا تو اس کی پیشانی پر ایک سینگ نمودار ہوا ہم دیکھ کر حیران ہو گئے اس بڑھیا نے بتایا کہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ سینگ صرف دن میں ظاہر ہوتا ہے اور رات کو غائب ہو جاتا ہے اور دن کو یہ بچہ کسی بھی ہرے بھرے پیڑ کو پتھر مارتا ہے تو اس پیڑ کو آگ لگ جاتی ہے اور کسی گھر کو بھی پتھر مارتا ہے تو اسے بھی آگ لگ جاتی ہے اس نے ہمارے سامنے بیت المقدس کے اطراف کے پیڑوں کو پتھر مارے تو ہرے بھرے پیڑوں کو آگ لگ گئی، اس بڑھیا نے بتایا کہ اس کی قوم اور ملک کے لوگ اس بچے کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے وہ اس بچے کی جان بچاتے پھر رہی ہے، یہ واقعہ سنا کر اس درویش نے پوچھا حضور آخر یہ معمہ کیا ہے؟ یہ واقعہ سنکر آپ نے

اپنے خاص خادم ابوالفتح کو حکم دیا کہ اس یہودی بڑھیا اور اس کے بچہ کو ہمارے پاس لیکر آؤ چند لمحوں کے بعد وہی بڑھیا آپ کے خادم کے ساتھ اس بچہ کے ہمراہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تمام بخشی درویش اسے دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ ہم سے پہلے کیسے یہاں پہنچ گئی، الغرض قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا سے فرمایا کہ اے بڑھیا تیرا یہ پوتا عنقریب غائب ہو جائے گا غم نہ کر اللہ کا قہر حرکت میں آچکا ہے، علماء کا علم فقہا کا فقہہ صوفیوں کا تصوف درویشوں کی گدڑیاں اور فقراء کا فقر آہستہ آہستہ غائب ہو جائے گا، بس ریاکار نمائشی اور ڈھونگی رہ جائیں گے، دین کا وقار جاتا رہے گا، بے وطن یہودیوں کے وطن مل جائے گا، بیت المقدس کا سبزہ جانور چریں گے۔ جوان ہو کر یہی بچہ اس دنیا میں ظاہر ہوگا اور اس کی نسل سے آگ اور شیاطین پیدا ہوں گے زمین پر شیاطین پھیل جائیں گے اور آگ آسمان سے برسنے لگے گی افسوس اس وقت مظلوم انسان اور انسانیت کے پرسان حال بھی کم رہ جائیں گے۔

☆☆☆

زیور طباعت سے آراستہ شدہ تصانیف

- ☆ من عرف نفسہ ''معرفتِ ذاتِ انسانی'' (تشریح وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ تفہیمات کلمہ کی کُل (تشریح وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ حقیقت پیری مریدی (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ اَلعِلمُ نُقطَۃٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ اَلعِلمُ نُوْرٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ (صحیفۂ اسرار) صحیفة السرائر فی حقیقة النّوادر (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ سبیل النجات من الغمات الی الهدایات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ جلوۂ نوری (حضرت محی الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ روحِ سماع (شعری مجموعہ) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ کنزِ اخفی (کُنتُ کَنزًا مَّخفِیًا) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ سرکن فکاں (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ صحیفۂ نور (سرکار قطب الاقطاب سید نور محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ ندائے وقت (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆☆☆